دسمبر
2021ء

حِكْمَةٌ بَالِغَةٌ فَمَا تُغْنِ النُّذُرُ ۝٥ (القرآن:54)

جدید تعلیم یافتہ حضرات میں علوم قرآنی کے فروغ کا نقیب

قرآن اکیڈمی جھنگ

جلد : 15 | وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ (القران) | جمادی الاوّل:1443ھ

شمارہ : 12 | اور ہم نے قرآن کو سمجھنے کیلئے آسان کر دیا ہے تو کوئی ہے کہ سوچے، سمجھے (پ سورۃ القمر) | دسمبر : 2021ء

ISSN : 2305-6231

بانی مدیر
انجینئر مختار فاروقی

ماہنامہ

حکمتِ بالغہ

جھنگ

مدیر مسئول : انجینئر عبد اللہ اسماعیل

مدیر معاون و نگران طباعت	مفتی عطاء الرحمٰن
انتظامی امور	ملک نذر حسین
قانونی مشاورت	محمد سلیم بٹ ایڈووکیٹ چودھری خالد اشیر ایڈووکیٹ

مشاورت
- ڈاکٹر طالب حسین سیال
- پروفیسر خلیل الرحمٰن
- حاجی محمد منظور انور
- عبداللہ ابراہیم

اہلِ ثروت حضرات سے تاحیات زرِتعاون پچیس ہزار روپے یکمشت	سالانہ زرتعاون بشمول خصوصی اشاعت اندورنِ ملک 1000 روپے	معمول کا شمارہ 60روپے

ترسیل زر بنام : انجمن خدام القرآن رجسٹرڈ جھنگ

قرآن اکیڈمی جھنگ

لالہ زار کالونی نمبر2، ٹوبہ روڈ جھنگ صدر

پاکستان پوسٹ کوڈ35200

047-7630861-0336-6778561

Web site:
www.hamditabligh.net

Email:
hikmatbaalgha1@yahoo.com

انجینئر مختار فاروقی

طابع: محمد فیاض، مطبع: سلطان باہو پریس فوارہ چوک جھنگ صدر

اَلْکَلِمَۃُ الْحِکْمَۃُ ضَالَّۃُ الْمُؤْمِنِ فَحَیْثُ وَجَدَ ھَا فَھُوَ اَحَقُّ بِھَا(ترمذی)

حکمت کی بات بندۂ مومن کی گم شدہ میراث ہوتی ہے جہاں کہیں بھی وہ اس کو پائے وہی اس کا حقدار ہے

مشمولات

قرآن مجید کے ساتھ چند لمحات	1		3
بارگاہِ نبوی ﷺ میں چند لمحات	2		5
حرفِ آرزو	3	انجینئر عبداللہ اسماعیل	6
تعارفِ قرآن و عظمت قرآن	4	انجینئر مختار فاروقی	8
اُٹھا کر پھینک دو باہر گلی میں............	5	محمد منظور انور	34
امارتِ اسلامیہ کی شہریت	6	محمد رشید عمر	38
تربیت اولاد کے اسلامی اصول	6	حافظ خالد حیات محمود	40
نسلی بھکاری	7	ڈاکٹر عارف احسان	49
خطبۂ نکاح ــــ احکامِ ربانی	8	ع۔ت بنت فاروقی	53
یادِ فاروقی	9	ڈاکٹر عبدالسمیع، مولوی اظہر تارڈ، عبداللہ ابراہیم	56
آئینہ حکمت بالغہ 2021ء	10		63

ماہنامہ حکمت بالغہ میں قلمی تعاون کرنے والے حضرات کے مضامین معلومات کے تبادلے اور وسیع تر انداز میں خیر کے حصول اور شر سے اجتناب کے لیے چھاپے جاتے ہیں اور ادارے کا مضمون نگار حضرات سے تمام جزئیات میں اتفاق ضروری نہیں۔

یہ رسالہ ہر ماہ کی پہلی تاریخ کو حوالہ ڈاک کر دیا جاتا ہے۔ نہ ملنے کی صورت میں 10 تاریخ تک دفتر رابطہ فرمائیں 10 تاریخ کے بعد رسالہ ارسال نہیں کیا جائے گا (ادارہ)

قرآن مجید

کے ساتھ

چند لمحات

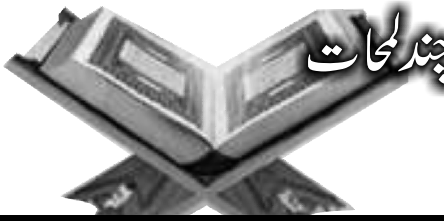

آیات	اَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ	(02)
171-166	بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ	سورۃ البقرۃ

اِذۡ تَبَرَّاَ الَّذِیۡنَ اتُّبِعُوۡا مِنَ الَّذِیۡنَ اتَّبَعُوۡا

اس دن بیزاری ظاہر کریں گے (کفر کے) پیشوا اپنے پیرووں سے

وَ رَاَوُا الۡعَذَابَ وَتَقَطَّعَتۡ بِهِمُ الۡاَسۡبَابُ ﴿۱۶۶﴾

اور (دونوں) عذابِ (الٰہی) دیکھ لیں گے اور ان کے آپس کے تعلقات منقطع ہو جائیں گے

وَقَالَ الَّذِیۡنَ اتَّبَعُوۡا

(یہ حال دیکھ کر) پیروی کرنے والے (حسرت سے) کہیں گے کہ

لَوۡ اَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَتَبَرَّاَ مِنۡهُمۡ كَمَا تَبَرَّءُوۡا مِنَّا

اے کاش ہمیں پھر دنیا میں جانا نصیب ہوتا کہ جس طرح

یہ ہم سے بیزار ہو رہے ہیں اسی طرح ہم بھی ان سے بیزار ہوں

كَذٰلِكَ يُرِيۡهِمُ اللّٰهُ اَعۡمَالَهُمۡ حَسَرٰتٍ عَلَيۡهِمۡ

اس طرح اللہ ان کے اعمال حسرت بنا کر دکھائے گا

وَمَا هُمۡ بِخٰرِجِيۡنَ مِنَ النَّارِ ﴿۱۶۷﴾

اور وہ دوزخ سے نکل نہیں سکیں گے

يٰاَيُّهَا النَّاسُ كُلُوْا مِمَّا فِى الْاَرْضِ حَلٰلًا طَيِّبًا

اے لوگو! جو چیزیں زمین میں حلال طیب ہیں وہ کھاؤ

وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۱۶۸﴾

اور شیطان کے قدموں پر نہ چلو بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے

اِنَّمَا يَاْمُرُكُمْ بِالسُّوْٓءِ وَ الْفَحْشَآءِ

وہ تم کو برائی اور بے حیائی ہی کے کام کرنے کو کہتا ہے

وَ اَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۶۹﴾

اور یہ بھی کہ اللہ کی نسبت ایسی باتیں کہو جن کا تمہیں (کچھ بھی) علم نہیں

وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ

اور جب ان لوگوں سے کہا جاتا ہے جو (کتاب) اللہ نے نازل فرمائی ہے اس کی پیروی کرو

قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَآ اَلْفَيْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا

تو کہتے ہیں (نہیں) بلکہ ہم تو اسی چیز کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا

اَوَلَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ شَيْـًٔا وَّلَا يَهْتَدُوْنَ ﴿۱۷۰﴾

بھلا اگرچہ ان کے باپ دادا نہ کچھ سمجھتے ہوں اور نہ سیدھے رستے پر ہوں
(تب بھی وہ انہی کی تقلید کیے جائیں گے)

وَمَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا كَمَثَلِ الَّذِىْ

جو لوگ کافر ہیں ان کی مثال اس شخص کی سی ہے جو

يَنْعِقُ بِمَا لَا يَسْمَعُ اِلَّا دُعَآءً وَّنِدَآءً

کسی ایسی چیز کو آواز دے جو پکار اور آواز کے سوا کچھ نہ سن سکے

صُمٌّۢ بُكْمٌ عُمْىٌ فَهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۱۷۱﴾

(یہ) بہرے ہیں گونگے ہیں اندھے ہیں کہ کچھ سمجھ ہی نہیں سکتے

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ

قَالَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم

بارگاہِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں چند لمحات

حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ مجھے وصیت فرمادیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أُوْصِيكَ بِتَقْوَى اللّٰهِ ، فَإِنَّهٗ رَأْسُ كُلِّ شَيْءٍ

میں تمہیں اللہ کے تقویٰ کی وصیت کرتا ہوں کیونکہ یہ ہر چیز کا سر ہے

(یعنی ہر کام میں تقویٰ کی اہمیت ایسی ہے جیسے جاندار کے بدن میں سر اہم ہوتا ہے)

وَ عَلَيْكَ بِالْجِهَادِ ، فَإِنَّهٗ رَهْبَانِيَّةُ الْإِسْلَامِ

اور تم اللہ کی راہ میں جہاد کو اپنی اوپر لازم کرلو؛ کیونکہ یہ اسلام کی رہبانیت ہے

وَ عَلَيْكَ بِذِكْرِ اللّٰهِ وَ تِلَاوَةِ الْقُرْآنِ

اور تم اللہ کے ذکر اور قرآن کی تلاوت کو اپنی اوپر لازم کرلو

فَإِنَّهٗ رُوْحُكَ فِي السَّمَاءِ

کیونکہ یہ آسمان میں تمہاری راحت کا ذریعہ ہے

(یا یہ آسمان سے تمہارے لیے نزولِ رحمت کا ذریعہ ہے)

وَ ذِكْرٌ لَكَ فِي الْأَرْضِ

اور زمین میں تمہارے ذکر خیر کا ذریعہ ہے

(مسند احمد عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ)

؎ زندگی در جستجو پوشیدہ است
اصل اُو در آرزو پوشیدہ است
علامہ اقبال

حرفِ آرزُو

انجینئر عبد اللہ اسماعیل

دنیا میں آئے ہر ذی روح کو آخر دنیا سے چلے ہی جانا ہے کُلُّ نَفۡسٍ ذَائِقَةُ الۡمَوۡت۔ کُلُّ مَنۡ عَلَیۡهَا فَانٍ۔ وجہ چاہے جو بھی بنے، بہانہ چاہے جو بھی ہو، سب کی دنیاوی منزل موت ہے

دنیا کے اے مسافر! منزل تیری قبر ہے
طے کر رہا ہے جو تو، دو دن کا یہ سفر ہے

کسی نے کیا خوب کہا ہے کہ انسان کے مرنے کی صرف ایک ہی وجہ ہے اور وہ اس کا پیدا ہونا ہے۔ ہم سب نے مرنا ہے کیونکہ ہم سب پیدا ہو گئے ہیں، پیدائش اور موت یہ دو حقیقتیں ہیں جن کا انکار کسی کے لیے ممکن نہیں۔ ایک تیسری حقیقت اور ہے یعنی وجۂ پیدائش یا مقصدِ زندگی۔

اس کے بارے میں انسان مختلف گروہوں میں منقسم ہیں۔ کسی کے نزدیک ہم صرف عیش کے لیے پیدا ہوئے ہیں، کسی کے نزدیک ہماری پیدائش کا مقصد کائنات کی تسخیر ہے، کسی کے نزدیک انسان دوسرے انسانوں کی خدمت کے لیے بنایا گیا ہے وغیر ذالک۔

خالق انسان نے انسان کی پیدائش کا مقصد 'عبادت' قرار دیا ہے:

وَ مَا خَلَقۡتُ الۡجِنَّ وَ الۡاِنۡسَ اِلَّا لِیَعۡبُدُوۡنِ (الذاریات:۵۶)

''اور میں جنات اور انسانوں کو اس کے سوا کسی اور کام کے لیے پیدا نہیں کہ وہ میری عبادت کریں''۔

بقول شاعر زندگی آمد برائے بندگی
زندگی بے بندگی شرمندگی

عبادت یہ ہے کہ انسان اپنے خالق کی مکمّل اطاعت کرے اور یہ اطاعت محبّت کے جذبے سے سرشار ہو۔ عبادت ایک کل وقتی ذمہ داری ہے۔ کل وقتی ذمہ داری کا مطلب یہ ہے کہ انسان کا ہر عمل اپنے خالق کی مرضی کے مطابق ہو۔ دوسرے الفاظ میں یہ کہ انسان کوئی بھی عمل (خواہ وہ عمل نیک ہی کیوں نہ ہو) صرف اس وجہ سے نہ کرے کہ یہ مجھے اچھا لگتا ہے بلکہ کوئی عمل کرنے کی وجہ یہ ہو کہ یہ میرے خالق کا حکم ہے اور کسی عمل سے رُکنے کی وجہ یہ ہو کہ میرے خالق نے اس عمل سے روک دیا ہے۔ اور انسان یہ کام خالق کی محبت میں سرانجام دے، اسے بوجھ نہ سمجھے بلکہ اسے اپنے لیے سعادت سمجھے۔ اور خالق کی مرضی جاننے کا ذریعہ اس کی کتاب قرآن مجید اور اس کے آخری رسول حضرت محمد ﷺ فرامین ہیں۔

یہ ایک حقیقت ہے اور انسان اس کو جتنی جلدی سمجھ کر اس پر عمل پیرا ہو جائے اتنا ہی اس کے لیے بہتر ہے اس حقیقت کو پالینا ہی دانائی یعنی حکمت کو حاصل کر لینا ہے۔

ماہنامہ حکمت بالغہ اپنے آغاز ہی سے قارئین کے لیے اس دانائی کے حصول میں کوشاں ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ان کوششوں کو بار آور کرے اور ہمیں یہ توفیق دے کہ ہم اپنے مقصدِ زندگی کو سمجھ لیں اور اس پر عمل پیرا ہو جائیں۔ آمین۔

اے اہلِ نظر ذوقِ نظر خوب ہے لیکن
جو شے کی حقیقت کو نہ دیکھے، وہ نظر کیا!
مقصودِ ہنر سوزِ حیاتِ ابدی ہے
یہ ایک نفس یا دو نفس مثلِ شرر کیا!
بے معجزہ دنیا میں اُبھرتی نہیں قومیں
جو ضربِ کلیمی نہیں رکھتا وہ ہنر کیا!

علامہ اقبال (کلیاتِ اقبال اردو، ص ۵۸۰)

دورۂ ترجمۃ القرآن

رمضان المبارک 1416ھ (1995ء)

مدرّس: انجینئر مختار فاروقی

یہ بات قارئین کے علم میں ہے کہ رمضان المبارک کی مبارک راتوں میں ایک عرصے سے ملک کے بہت سے شہروں اور مراکز میں قرآن مجید کا ترجمہ، مختصر تشریح کے ساتھ بیان ہوتا ہے۔ اسی سلسلہ میں رسالہ ٰہذا کے بانی محترم انجینئر مختار حسین فاروقیؒ نے رمضان المبارک 1416ھ (1995ء) میں قرآن اکیڈمی لاہور میں ترجمۃ القرآن مختصر تشریح کے ساتھ بیان کیا تھا جسے ریکارڈ کرلیا گیا تھا۔

محترم فاروقی صاحب کے اس پروگرام کو ان کی یادگار کے طور پر آڈیوکیسٹوں سے اُتار کر اور معمولی کمی بیشی کر کے سلسلہ وار شائع کرنے کا آغاز کیا جا رہا ہے۔ امید ہے کہ قارئین کے لیے یہ سلسلہ قرآن فہمی کے ضمن میں مفید ثابت ہوگا اور محترم فاروقی صاحب کے لیے صدقہ جاریہ کا موجب ہوگا۔

(ادارہ)

تعارفِ قرآن وعظمتِ قرآن

دورۂ ترجمۃ القرآن کے موقع پر عموماً آغاز میں قرآن مجید سے متعلق عمومی دلچسپی کی باتیں بیان ہوتی ہیں تاکہ اس عظیم کتابِ ہدایت سے متعلق ہمارے عقائد اور ان کی اساسات اور دیگر معلومات ایک ہی نشست میں سامنے آجائیں تاکہ لوگ فکری اور نظری زادِ راہ کے ساتھ تازہ دم ہو کر ترجمۃ القرآن کے کٹھن سفر پر کمربستہ ہو سکیں۔

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُم مَّوْعِظَةٌ مِّن رَّبِّكُمْ وَشِفَآءٌ لِّمَا فِى ٱلصُّدُورِ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ ﴿٥٧﴾ قُلْ بِفَضْلِ ٱللَّهِ وَبِرَحْمَتِهِۦ فَبِذَٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوا۟ هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُونَ ﴿٥٨﴾ (10:58-57)

تعارفِ قرآن اور عظمتِ قرآن باہم لازم و ملزوم ہیں اس لیے کہ تقریباً ہر زبان میں یہ بات سمجھی جاسکتی ہے اور ایک مشہور محاورہ ہے کہ جتنا آدمی کسی چیز کو پہچانتا ہے اتنا ہی اس کی عظمت کا اِدراک کرسکتا ہے۔ کوئی شخص کسی چیز کو بہت سطحی سا پہچانتا ہے تو اتنا ہی اس کے دل میں اس کی عظمت اور اس کا اعتراف ہوگا اور اگر آدمی کے دل میں واقعتاً اس کا تعارف پورے طریقہ پر ہے اس کا احساس ہے کہ یہ کتنی بڑی چیز ہے کتنی بڑی نعمت ہے، یا کسی انسان سے متعلّق اس کا تعارف ہے کہ واقعتاً یہ بہت پڑھا لکھا آدمی ہے ایک عظیم انسان ہے تو اس کی عظمت کا احساس اس کے دل پر اسی درجہ میں ہوگا اور اس کا اظہار بھی اسی درجہ میں ممکن ہے۔ تو تعارفِ قرآن اور عظمتِ قرآن یہ دونوں یوں سمجھئے کہ ایک ہی عنوان ہے ایک ہی چیز کے دو رخ ہیں۔

تعارفِ قرآن سے متعلق بنیادی باتیں

قرآن سے متعلق وہ بنیادی باتیں جو ہمارے عقائد اور ہماری ایمانیات کا حصہ ہیں اور ان میں کوئی اختلاف بھی نہیں ہے، وہ باتیں کونسی ہیں؟ پہلے درجے میں تو چند سطحی سی چیزیں ہیں جو قرآن مجید سے متعلق تقریباً ہر اُس شخص کو معلوم ہیں جو ذرا سا بھی دین سے تعلق رکھتا ہے۔ یہ حقائق قرآن مجید سے متعلق ہماری ایمانیات کا حصہ ہیں۔

(1) یہ قرآن مجید ـــــ اللہ کا کلام ہے۔ یہ کوئی عام تصنیف یا کوئی عام کتاب نہیں ہے، یہ کسی انسان کی ایجاد کردہ یا بنائی ہوئی بات نہیں ہے، کسی کی کوئی کاوش اس میں شامل نہیں ہے، بلکہ یہ اللہ کا کلام ہے، کلامُ اللہ ہے، خود قرآن مجید میں اس کو ''کلامُ اللہ'' کہا گیا ہے۔

(2) یہ کلام اللہ ـــــ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ پر بذریعہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نازل ہوا ہے۔ وحی کی کئی شکلیں قرآن مجید میں مذکور ہیں ان میں سے اللہ کا جو پیغام یا اللہ کا کلام بذریعہ حضرت جبرائیل علیہ السلام اُترا ہے وہ اکثر وبیشتر ہمارے سامنے قرآن مجید کی شکل میں موجود ہے۔ یہ بات بھی ہمارے عقیدے میں شامل ہے کہ رسول اللہ ﷺ پر حضرت جبرائیل علیہ السلام کی وساطت سے یہ قرآن مجید تقریباً 23 قمری سالوں کے دوران اُترا ہے۔

(3) یہ قرآن مجید جو آج ہمارے سامنے ایک مجلّد شکل میں موجود ہے۔ قرآن کا لفظ جب بولا جاتا ہے تو ذہن میں فوراً ایک کتاب کا نقشہ آجاتا ہے کہ ایک مجلّد سنہری سی کتاب ہے۔ تو یہ کتاب قرآن مجید ہر اعتبار سے محفوظ ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس کو دشمنوں کی شرارتوں اور اعداء کی وسوسہ اندازیوں سے بچا کر رکھا ہوا ہے۔ قرآن مجید کی سورۂ حجر میں فرمایا گیا ہے:

اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّکۡرَ وَ اِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوۡنَ O (09:15)

''بے شک ہم نے ہی یہ اَلذّکر (قرآن مجید) نازل کیا اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں (اس کی حفاظت کرنے والے ہیں)''۔

یہ تین باتیں ہیں جو ہمارے عقیدے میں شامل ہیں کہ قرآن مجید اللہ کا کلام ہے، محمد رسول اللہ ﷺ پر بواسطہ جبرائیل علیہ السلام نازل ہوا (جو آج ہمارے سامنے اس کتاب کی شکل میں موجود ہے) یہ ہر قسم کے شک وشبہ سے بالاتر ہے یہ وہی کتاب ہے جو حضرت محمد رسول اللہ ﷺ

اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کے حوالہ کر گئے تھے اور ہم تو یہ عقیدۃً مانتے ہیں بہر حال دشمن بھی یہ تسلیم کرتے ہیں کہ یہ وہی کتاب ہے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے پیروکاروں کے حوالہ کر کے گئے۔

جیسا کہ آپ کو معلوم ہے کہ یہ کتاب جو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی عربی زبان میں ہے۔قرآن مجید میں کہا گیا کہ یہ قرآن وہ ہے جو لوحِ محفوظ میں محفوظ کیا گیا ہے،

اِنَّا جَعَلۡنٰهُ قُرۡاٰنًا عَرَبِیًّا لَّعَلَّکُمۡ تَعۡقِلُوۡنَ O (03:43)

ہم نے لوحِ محفوظ سے اس کو عربی قرآن بنا کر آپ کی طرف اتارا ہے۔لوحِ محفوظ پر یہ قرآن کس شکل میں موجود ہے؟ ہم اس کا اندازہ نہیں کر سکتے۔ اللہ نے اس کو ہمارے ذہن کے قریب تر ہونے کے لیے عربی زبان کا قرآن بنا کر اتارا ہے اور یہ بات آج آسانی سے سمجھ میں آ سکتی ہے کہ ایک ہی چیز ہے جو کئی طرح سے محفوظ ہو سکتی ہے۔ یہ قرآن مجید ــــــ اللہ کی کتاب ہے۔ جو آدمی اس کو نہیں سمجھتا اس کے لیے یہ کتاب چند کاغذ ہیں جن پر گتے کی ایک جلد چڑھی ہوئی ہے اور جو واقعتاً اس کی زبان سمجھتا ہے اور اس کے معنی سمجھتا ہے اس کے لیے کتاب کے اور معنی ہیں۔ یہی قرآن مجید اگر کسی قاری صاحب کی قرأت (AUDIO) کی شکل میں ہو تو چند آڈیو کیسٹیں ہیں، اس کی شکل تبدیل ہوگئی لیکن ہے تو وہی قرآن مجید۔ یہی اگر کسی کے ذہن میں محفوظ ہے اور قلب میں محفوظ ہے تو اسی قرآن مجید کی شکل ہی بدل گئی۔اب ہم اس کو محسوس بھی نہیں کر سکتے اور دیکھ بھی نہیں سکتے۔ اسی طرح اگر یہی قرآن مجید ایک کمپیوٹر کی ڈسک کی شکل میں ہوگا تو اور نا قابل فہم ہو جائے گا عام آدمی محسوس ہی نہیں کر سکتا کہ واقعتاً اس ڈسک میں کیا چیز ہے۔ ویڈیو کیسٹ کی شکل میں ہوگا تو بھی نا قابل فہم چیز ہے اس معنی میں کہ آدمی اس کو بہر حال بظاہر محسوس نہیں کر سکتا کہ یہ قرآن مجید ہے۔اسی طریقے پر یہ وہ شکلیں ہیں جو ہمارے عام تجربے میں اور ایجادات کی صورت میں ہمارے سامنے آ چکی ہیں۔تو لوحِ محفوظ پر یہ قرآن مجید کس شکل میں ہے ہم اس کا اندازہ نہیں کر سکتے۔قرآن مجید میں جو اللہ تعالیٰ نے فرما دیا ہے وہی ہمارے لیے رہنمائی ہے۔اِنَّا جَعَلۡنٰهُ قُرۡاٰنًا عَرَبِیًّا اس ہدایت کو جو لوح محفوظ میں ہے اور جو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اتارنا ضروری تھی اس کو ہم نے عربی قرآن کی شکل میں اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی طرف اتار دیا ہے۔

کلامُ اللہ ہونا......قرآن مجید کی عظمت کی اصل بنیاد

جہاں تک پہلی بات کا تعلق تھا جو ہمارے عقیدے میں شامل ہے' اس کی تھوڑی سی وضاحت کی اس لیے ضرورت ہے کہ شاید ہم صرف 'کلام اللہ' کہنے سے قرآن مجید کی جو عظمت اس لفظ میں آئی ہے اس کا ادراک نہ کر سکیں۔

'کلام اللہ' کے معنی ہیں کہ یہ قرآن مجید اللہ کا کلام ہے اور عام طور پر یہ بات تسلیم شدہ ہے کہ کلام متکلّم کی صفت ہوتا ہے۔ مثال سے سمجھیں، ایک آدمی جو کم پڑھا لکھا ہے وہ اگر گفتگو کرتا ہے تو اس کی ساری شخصیت اس کی گفتگو سے جھلکتی اور چھلکتی ہے کہ اس میں علم کتنا ہے، فہم کتنا ہے، گہرائی کتنی ہے اور معلومات کتنی ہیں، اس کی ذہنی سطح کیا ہے، اس کی سوچ کیا ہے، اس کی پسند ناپسند کیا ہے، یہ سب چیزیں اس کے کلام سے ظاہر ہوتی ہیں۔ اسی طریقے پر ایک پڑھا لکھا آدمی ہے اور وہ گفتگو کر رہا ہے۔ ایک قرآن کا عالم اور باعمل انسان گفتگو کر رہا ہو تو یقیناً وہ گفتگو جیسے 'دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے' کے مصداق ہو گی۔ متکلم کی ساری شخصیت اس کے کلام سے جھلکتی ہے۔ اسی طریقے پر جب ہم یہ کہتے ہیں کہ یہ قرآن مجید اللہ کا کلام ہے تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ یہ کلام ــــ اللہ تعالیٰ کی صفت ہے، اللہ کے تمام اسمائے حسنیٰ اور اللہ تعالیٰ کے جو بھی اسمائے گرامی ہیں ان سب کی جھلک اس کلام میں موجود ہے۔ اور ہم جانتے ہیں کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کے بہت سارے اسمائے گرامی ہیں هُوَ الْاَوَّلُ وَ الْاٰخِرُ وَ الظَّاهِرُ وَ الْبَاطِنُ ایک دوسری جگہ فرمایا: هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ وہ اللہ خود زندہ ہے، الحیّ ہے اور القیوم ہے، اسی طریقے پر اللہ کا کلام قرآن مجید بھی زندہ و پائندہ کلام ہے، اور ہمیشہ رہے گا۔ اس کی تر و تازگی اور اس کے علم و حکمت پر کبھی بوسیدگی طاری نہیں ہو گی اور قیوم ہے قائم رہنے والا ہے اور قائم کرنے والا بھی ہے۔ جو شخص بھی اس کے ساتھ چمٹ جائے گا اور اس کے ساتھ اعتصام اختیار کر لے گا یقیناً وہ بھی اس کے ساتھ 'امر' ہو جائے گا اور قائم و دائم ہو جائے گا اور اللہ تعالیٰ ظاہر بھی ہے اور باطن بھی ہے جیسے یہ اللہ کی صفات ہیں اسی طریقے پر اس کلام کی بھی صفات ہیں ظاہر میں صرف ایک کتاب مگر درحقیقت مظہر ذاتِ خدا۔ اس دور میں واقعتاً علامہ اقبال نے جس درجہ قرآن کی عظمت کو محسوس کیا اس کو بیان بھی کر دیا ہے انہوں نے اس کو پہچانا ہے کہ واقعتاً یہ اللہ کا کلام ہے اور اسی درجہ میں اس

کی عظمت کا اعتراف کیا ہے۔علامہ اقبال نے فرمایا:

؎ فاش گویم آنچہ در دل مضمر است
این کتابے نیست چیزے دیگر است

میرے دل میں جو بات پوشیدہ ہے میں سیدھی سیدھی تمہارے سامنے رکھ دیتا ہوں کہ یہ قرآن مجید ایک کتاب نہیں ہے بلکہ کوئی اور 'شے' ہے۔ یہ کتاب نہیں ہے اس کو دنیا کی عام کتابوں کی طرح کتاب نہ سمجھو۔

؎ حرفِ او را ریب نے' تبدیل نے'
آیہ اش شرمندۂ تاویل نے'

اس میں کوئی شک نہیں ہے، قرآن مجید کے الفاظ ہوں اوران میں شک ہوا ایسا ہو ہی نہیں سکتا اور اس کے الفاظ ہوں اور تبدیل ہوں ایسا ہو ہی نہیں سکتا اور اس کی جو آیات ہیں اس کی تاویل کر دی جائے یا اس کو کوئی غلط معنی پہنا دیا جائے یہ ممکن نہیں ہے۔اور اس کے ساتھ ہی اللہ کے جو اسمائے حسنٰی سورۃ الحدید میں آئے ہیں ھُوَ الْاَوَّلُ وَ الْاٰخِرُ وَ الظَّاھِرُ وَ الْبَاطِنُ اسی سے ملتی جلتی انہوں نے قرآن مجید کی تعریف کی ہے

؎ مثل حق پنہاں و ہم پیدا ست او
زندہ و پائندہ و گویا ست او

یہ قرآن حق کے طریقے پر پنہاں بھی ہے، باطن بھی ہے اور پیدا بھی ہے، ظاہر بھی ہے۔ یہ زندہ (رہنے والی) کتاب ہے اور ہمیشہ رہنے والی کتاب ہے، ایک پائیدار کتاب ہے۔تو جیسے اللہ کی صفات ہیں، اللہ کے اسماء ہیں اسی طریقہ پر جو اللہ کا کلام ہے اس کی صفات شانیں بھی وہی ہیں۔

پھر یہ قرآن مجید جس ہستی پر اُترا ہے یعنی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ پر ـــــ اور جس طریقہ پر اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی اس تجلی کا بوجھ برداشت کیا ہے وہ ایک تفصیل طلب تذکرہ ہے۔لیکن خوش قسمتی یہ ہے کہ ایک شعر میں علامہ نے اس کا بھی تذکرہ کیا ہے کہ قرآن کا نور جس درجہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے دل میں تھا کوئی اور اس کا نہ دعویٰ کر سکتا ہے نہ سوچا جا سکتا ہے۔ ہاں صحابہ رضی اللہ عنہم کے دل میں، اس کے بعد تابعین رحمۃ اللہ علیہم کے دل میں، تبع تابعین کے

دل میں درجہ بدرجہ ہوسکتا ہے اور شاید کوئی ذرّہ ہم میں سے بھی کسی کو نصیب ہو جائے۔ دراصل نورِ قرآن اپنی اتمامی، تکمیلی اور مکمل شکل میں صرف حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے قلب مبارک ہی میں تھا۔ علامہ نے فرمایا:

؎ نورِ قرآں در میانِ سینہ اش
جامِ جم شرمندہ از آئینہ اش

حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے سینے میں نورِ قرآن محفوظ ہے موجود ہے اور صاف ظاہر ہے اس میں کوئی شک نہیں ہوسکتا اور جو سینہ نورِ قرآن سے منور ہوگا وہ جامِ جم سے زیادہ جہاں نما ہوگا۔ دنیا میں ایک مفروضہ ہی ہے کہ جمشید نام کا ایک ایران کا حکمران تھا اس نے کوئی پیالہ بنوایا تھا جام جم (یعنی جامِ جمشید) اسی کو کہتے ہیں اور وہ پیالہ اس طریقہ پر تھا کہ تمام دنیا کے حالات اس کو اس میں نظر آتے رہتے تھے۔ اب یہ فرضی بات ہے یا حقیقت ہے ــــ یہ تو اللہ ہی جانتا ہے کس درجہ میں اس کا حقیقت سے تعلق ہے لیکن یہ حقیقت ہے کہ جو سینہ قرآن سے منور ہو جائے گا یقیناً وہ جامِ جمشید کے طریقہ پر ہے یا اس سے برتر بھی ہے کہ اس میں ساری دنیا کے...... اوّل کے، آخر کے، ظاہر کے، باطن کے تمام علوم موجود ہیں اور یہ بات خود حضرت محمد رسول اللہ ﷺ فرما رہے ہیں۔ ترمذی شریف باب فضائل القرآن میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جو روایت مروی ہے اس میں رسول اللہ ﷺ نے اپنے بعد بہت سے فتنوں کے بارے میں لوگوں کو آگاہ فرمایا، صحابہ رضی اللہ عنہم کو متنبہ فرمایا۔ اس میں جب یہ فرمایا ہے کہ میرے بعد بہت سے فتنے ظاہر ہوں گے تو عرض کیا گیا: مَا الْمَخْرَجُ مِنْهَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ ''اے اللہ کے رسول! ان فتنوں سے نکلنے کا راستہ کونسا ہوگا؟'' تو آپ نے ارشاد فرمایا: كِتَابُ اللّٰهِ...... فِيْهِ نَبَأُ مَا قَبْلَكُمْ ''اس کتاب میں جو تم سے پہلے لوگ گزرے ہیں ان کی خبریں بھی موجود ہیں'' وَ خَبَرُ مَا بَعْدَكُمْ ''(اور گویا کہ تمھارا بھی ذکر ہے) اور جو تم سے بعد آنے والے ہیں ان کا ذکر بھی موجود ہے''۔ یہ جامِ جم سے زیادہ جہاں نما چیز ہے بشرطیکہ کسی کے دل میں نورِ قرآن واقعتاً محفوظ ہو جائے اور نورِ قرآن کے محفوظ ہونے سے مراد ہے کہ قرآن مجید کے الفاظ بھی ہوں اس کے معانی بھی ہوں اس کا مفہوم اور اس کا عمل بھی اس کے ساتھ ہو۔ اگر صرف زبانی جمع خرچ والا معاملہ ہوگا تو واقعہ یہ ہے کہ نورِ قرآن کا

اس شخص کو کوئی حصہ نصیب نہیں ہوگا۔

قرآن کا حقیقی تعارف

قرآن مجید کا حقیقی تعارف یہ ہے کہ قرآن مجید آیات اور سورتوں پر مشتمل ہے، اور سپاروں میں اس کی تقسیم ہے تو اس کی بنیاد کیا ہے؟ حقیقت کیا ہے؟ کون کون سی چیزیں دورِ نبوی ﷺ سے تعلق رکھتی ہیں اور کون کون سی چیزیں ہیں جن کا بعد میں درجہ بدرجہ اضافہ ہوتا چلا گیا۔ آج ہمارے سامنے جو قرآن مجید ہے ایک عام آدمی یہی سمجھتا ہے کہ قرآن مجید تیس پاروں پر مشتمل ہے یعنی تیس حصے ہیں (پارہ کے معنی 'حصہ' ہیں)۔ اس قرآن مجید کی جو سب سے بنیادی اکائی (UNIT) ہے وہ ایک آیت ہے۔ قرآن مجید کی ساڑھے چھ ہزار کے قریب آیتیں ہیں۔ آیت کو انگریزی کے لفظ SENTENCES سے بھی ہم تعبیر نہیں کر سکتے یا گرائمر کی اصطلاح میں اردو کا جو لفظ 'جملہ' ہے اس کو اس کا ہم معنی بھی قرار نہیں دے سکتے اس لیے کہ جملہ اور SENTENCES ایک مختلف چیز ہے اور آیت کا مفہوم بالکل علیحدہ چیز ہے۔ جملہ تو گرائمر کی اصطلاح میں اس کو کہتے ہیں جو کلامِ مفید ہو یعنی کوئی بات کہی جائے اور اس سے پورا مفہوم حاصل ہو جائے، قرآن مجید میں ایسی آیتیں ہیں جن میں بات پوری کہی جاتی ہے وہ تو جملہ بن سکتی ہیں لیکن بعض آیتیں ایسی بھی ہیں کہ ان میں بات پوری نہیں ہوتی اور وہ جملہ نہیں بن سکتی جیسے وَالْعَصْرِ (زمانے کی قسم) ایک آیت ہے اگر چہ گرائمر کے اعتبار سے یہ کلامِ ناقص ہے اس لیے کہ بات پوری نہیں ہو رہی اس لیے کہ قسم کھائی گئی ہے تو کسی چیز پر کھائی گئی ہے وہ بھی ساتھ مذکورہ ہو تو جملہ مکمل ہوتا ہے لیکن یہ اردو گرائمر میں کلامِ ناقص ہونے کے باوجود قرآن مجید کی ایک آیت ہے۔ اسی طریقہ پر قرآن مجید میں جس کو ہم عام گرائمر کی اصطلاح میں کہیں گے کہ ایسا کلام بھی ہے جس کے کوئی معنی نہیں نکلتے جیسے حروفِ مقطعات ہیں کوئی شخص بھی دعویٰ نہیں کر سکتا کہ اس کے معانی ہم جانتے ہیں الٓـــم کوئی شخص نہیں جانتا اس کے کیا معنی ہیں صٓ۔ ق۔ ن معنی معلوم نہیں ہیں تو کچھ آیتیں ان حروف پر بھی مشتمل ہیں اور ایسی بھی آیتیں ہیں کہ ایک آیت متعدد جملوں پر مشتمل ہوتی ہے آپ آیت الکرسی کی تفصیل میں جائیں تو معلوم ہوگا کہ دس جملے ہیں جو عام گرائمر کی اصطلاح میں جملہ ہوتا ہے کہ جس کے کچھ نہ کچھ معنی نکل رہے ہوں۔ معلوم ہوا کہ جسے ہم انگریزی

میں SENTENCES کہتے ہیں یا جسے اردو گرائمر کی اصطلاح میں کلام مفید یا جملہ کہتے ہیں آیت اس قبیل کی چیز نہیں ہے۔

آیات اور تذکیر

اگر آپ آیت کے لفظی معنی پر غور کریں تو شاید آپ کے ذہن میں کوئی بات رہ جائے، آیت کے لفظی معنی ہیں 'نشانی' اور یہ اللہ کی نشانی ہے۔قرآن مجید ہی میں کہا گیا ہے یہ آفاق، یہ انسان کا وجود اور یہ قرآن مجید یہ تین قسم کی نشانیاں ہیں۔آیاتِ آفاقی، آیاتِ انفسی (جو انسان کے باطن میں ہیں) اور آیاتِ قرآنیہ۔اور قرآن مجید بار بار اس کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ ان چیزوں پر غور کرو تو تمہیں محسوس ہوگا کہ یہ جو تین قسم کی نشانیاں ہیں تین قسم کی آیات ہیں ان میں کوئی تصادم نہیں، کوئی تضاد نہیں بلکہ ان میں باہم توافق ہے یہ ایک دوسرے کی تشریح کرتی ہیں یہ MUTUALLY ایک دوسرے کے لیے EXPLANATORY ہیں کہ آیاتِ آفاقی کو دیکھیں گے اس میں سے کوئی حقیقت آپ کی سمجھ میں آئے گی تو آیاتِ قرآنی میں اس کی کوئی وضاحت مل رہی ہوگی اور اگر آپ آیاتِ قرآنی پر غور کریں گے تو آیاتِ انفسی اور آیاتِ آفاقی کی وضاحت آپ کو نظر آ رہی ہوگی۔ یہ تینوں قسم کی آیات باہم ایک دوسرے کے ساتھ بالکل یک جان دو قالب یا سہ قالب والی بات ہے کہ حقیقت ایک ہی ہے جس کو ایک درجہ میں الفاظ میں قرآن مجید میں بیان کر دیا گیا ہے اور عالم اکبر کی شکل میں یہ حقیقتیں UNIVERSE میں موجود ہیں اور عالم اصغر IN-MINIATURE کی شکل میں وہ انسان کے وجود کے اندر ہیں۔ایک ہی حقیقت ہے جس کے مختلف پہلو ہیں جو ہمارے سامنے آتے ہیں۔تو لفظ آیت کے معنی ہیں نشانی۔

قرآن مجید میں ایک اور لفظ بھی آتا ہے جو آیت سے متصل ہے کہ جہاں آیت کا لفظ آئے گا نشانی کا لفظ آئے گا اس لفظ کے ساتھ عام طور پر لفظ 'ذکر' بھی ضرور آئے گا گویا کہ یہ دونوں ایک دوسرے کے لیے لازم وملزوم ہیں اس لیے کہ جہاں نشانی کا ذکر ہوگا وہاں اس کے ساتھ REMINDER 'چیتا' یاددہانی، یاد کروا دینا، نصیحت یا یاد آ جانا یہ سب اس کے لازم وملزوم کے درجہ میں آئیں گے، کوئی نشانی سامنے آئی تو جس کی وہ نشانی ہے وہ ہستی یاد آنی چاہیے۔قرآن مجید میں آیات اور ذکر اور ذِکریٰ اور تذکرہ یہ سارے الفاظ آپ کو اسی انداز میں ملیں گے کہ آیات پر غور

کرو تو تمہارے اندر ایک یاد دہانی پیدا ہو جانی چاہیے۔ اسی طرح قرآن مجید کو تذکرہ، ذِکریٰ، ذکر کہا گیا ہے سب کا مفہوم یہ ہے کہ جو شخص کائنات پر غور کرتا ہے اپنے آپ پر غور کرتا ہے یا جو قرآن مجید کی آیات پر غور کرتا ہے اس کو یاد دہانی حاصل ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل ہوتی ہے۔

قرآن مجید کی سورتیں

اب آیئے آیات سے سورۃ کی طرف۔ آیات کے مجموعہ کو سورۃ کہا جاتا ہے، ایک آیت قرآن مجید کے متن کی بنیادی اکائی ہے اب آیات کا جو مجموعہ ہوگا اس کو سورت کہا جاتا ہے۔ سُور کے لفظی معنی ہیں فصیل، چار دیواری۔ اب یوں سمجھئے کہ وہ آیتیں جو اس سورت (چار دیواری) میں ہیں وہ دوسری سورتوں آیتوں سے الگ کردی گئی ہیں ان آیتوں کا اپنا ایک مفہوم ہے ان کے اپنے اندر ایک ربط ہے، تسلسل کلام ہے، ایک مرکزی مضمون ہے، محور (AXIS) ہے جس کے گرد وہ ساری گفتگو ہو رہی ہے تو وہ ایک سورۃ ہے۔ فارسی اور اردو میں تو دو کو بھی جمع شمار کرلیا جاتا ہے لیکن عربی میں دو کو جمع شمار نہیں کیا جاتا، گرائمر کے لحاظ سے تین چیزیں ہوں تو جمع شمار ہوتی ہیں۔ قرآن مجید کی کوئی سورۃ کم سے کم تین آیتوں پر مشتمل ہے جیسے سورۃ العصر تین آیتوں پر مشتمل ہے تو ایک سورۃ ہوگئی اور سورۃ البقرۃ طویل ترین سورت ہے جو ڈھائی پاروں پر مشتمل ہے۔ سورتیں مختصر بھی اور طویل بھی دونوں ہیں۔ اس کو ہمارے دین کی اصطلاح میں کہا جاتا ہے کہ یہ تقسیم توقیفی ہے یعنی آیتوں کے حجم میں کسی منطق یا عقل کو دخل نہیں ہے بلکہ جیسے حضرت محمد، رسول اللہ ﷺ نے وحی کے ذریعے بتایا ویسے ہی وہ معین ہوگیا ہے کوئی سورت کتنی آیتوں پر مشتمل ہے، اور کہاں سے سورت شروع ہوتی ہے اور کہاں ختم ہوتی ہے یہ توقیفی امور ہیں۔ آپ ﷺ نے جو فرمایا یہ اُس پر موقوف ہیں۔ اپنی عقل، منطق، سوچ اور حالات کے مطابق نہیں ہے بلکہ رسول اللہ ﷺ نے جیسے فرما دیا ویسے معین ہوگیا۔

قرآن مجید کے احزاب

آیات اور سورتوں کے بعد تیسری چیز جو دورِ نبویؐ میں ملتی ہے اس کے بارے میں 'حزب' کا لفظ ملتا ہے یعنی سورتوں کی گروہ بندی کرنا، احادیثِ نبوی میں اس کے لیے حزب کا لفظ استعمال ہوا ہے یا اس کو 'منزل' کہتے ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے قرآن مجید کو نبی اکرم ﷺ کی زندگی

ہی میں سات احزاب میں تقسیم کرلیا تھا۔صحابہ کرامؓ نے اپنا معمول بنالیا تھا نبی اکرم ﷺ کے فرمان کے مطابق کہ ہفتے بھر میں قرآن کی تلاوت ختم کرلیا کرو۔اب ایک ہفتے میں ختم کرنا ہے تو اس کے سات حصے موجود ہونے چاہئیں، تا کہ ہر شخص اس معین نصاب کے مطابق پڑھتا رہے۔ وہ سات حصے قرآن کے سات احزاب ہیں اور بہت پیاری تقسیم ہے جو موجودہ مصحف کے مطابق بن گئی ہے اس لیے کہ مصحف میں طویل سورتیں شروع میں ہیں اور مختصر سورتیں اخیر میں ہیں۔سورۃ فاتحہ کو چھوڑ کر پہلے حزب میں تین سورتیں ہیں، دوسرے میں پانچ، تیسرے میں سات، چوتھے میں نو، پانچویں میں گیارہ، چھٹے میں تیرہ اور 114 سورتوں میں سے باقی حصہ ساتواں حزب ہے۔ترتیب یادرکھنی آسان ہے کہ سورۃ فاتحہ کے بعد 3، 5، 7، 9، 11، 13 اور ساتواں حزب 'حزب مفصل' کہلاتا ہے جس میں 65 سورتیں ہیں۔حزب یا منزل کی اصطلاح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانے سے ہی ہے۔احادیث سے محسوس ہوتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس کو معمول بنالیا تھا۔صحابہ کرامؓ عام طور پر محنت کرنے والے لوگ تھے، کاروباری لوگ تھے، سب اصحابِ صفہ کی طرز پر نہیں تھے، اپنے اپنے کاروبار کرتے تھے اور دوسری جگہوں پر سفر بھی کرتے تھے، زراعت بھی کرتے تھے تو دن میں ان کے لیے ممکن نہیں تھا کہ وہ قرآن کے ایک حزب کی تلاوت کے لیے اتنا وقت نکال سکیں۔لہٰذا اصل تلاوت رات کو ہوتی تھی اور یہ اس وجہ سے ہوگی کہ محمد رسول اللہ ﷺ نے ترغیب دی تھی کہ اصل میں قرآن کا پڑھنا نماز میں ہے اور صاف ظاہر ہے کہ وہ نماز تہجد ہی ہوسکتی ہے۔ لہٰذا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا معمول تھا کہ اپنا حزب رات کو مکمل کرتے اور آپ ﷺ نے فرمایا: مَنْ نَامَ عَنْ حِزْبِہٖ...... ★ یعنی جس شخص پر کسی وجہ سے نیند کا غلبہ ہوجائے اور وہ رات کو اپنا حزب مکمل نہ کرسکے تو اسے چاہئے کہ وہ دن میں اپنا حزب مکمل کرلے۔گویا آسانی پیدا ہوگئی کہ اس دن کا پڑھا

★ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: مَنْ نَامَ عَنْ حِزْبِہٖ أَوْ عَنْ شَیْءٍ مِنْهُ فَقَرَأَهُ فِیمَا بَیْنَ صَلَاةِ الْفَجْرِ وَصَلَاةِ الظُّهْرِ كُتِبَ لَهُ كَأَنَّمَا قَرَأَهُ مِنَ اللَّيْلِ (مسلم، عن عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ)

ترجمہ:۔''جو شخص نیند کے غلبہ کی وجہ سے اپنے سارا حزب یا اس کے کچھ حصے کو نہ پڑھ سکا پھر اس نے فجر اور ظہر کے درمیان پڑھ لیا تو اس کے لیے لکھا جاتا ہے گویا اُس نے رات کو پڑھا''۔

ہوا بھی رات کی عبادت کے برابر ہے۔ اس طرح اگر 30 پاروں کو 7 پر تقسیم کیا جائے تو تقریباً پونے چار، چار یا سوا چار پاروں کا حزب بنتا ہے اس لیے کہ اس میں سورتوں کو کاٹا نہیں گیا ہے۔ آج کے دور میں بھی جو شخص قرآن مجید روانی سے پڑھ سکتا ہے وہ بھی گھنٹہ سوا گھنٹہ میں ایک منزل پڑھ سکتا ہے۔ یہ اپنی اپنی ترجیحات (PRIORITIES) کی بات ہوتی ہے کہ ہم 24 گھنٹوں میں سے ایک گھنٹہ یا سوا گھنٹہ اس کے لیے نکال سکتے ہیں کہ نہیں۔ یہ ہمارے اپنے حساب کی بات ہے ورنہ زیادہ وقت نہیں لگتا ـــــ کوئی آدمی ہمت کر کے بیٹھ جائے اور کرنا چاہے تو کر سکتا ہے۔ ایک گھنٹہ تو لوگ ڈرامہ بھی بیٹھ کر دیکھ لیتے ہیں۔ خبروں، گفتگو، اخبار پڑھنے میں اتنا وقت لگا لیتے ہیں۔ اگر ہماری نظر میں قرآن کی تلاوت کی عظمت زیادہ ہو جائے تو یہ کام کرنا مشکل نہیں ہوگا۔

مکی سورتیں ـــــ مدنی سورتیں

ایک اور تقسیم جو قرآن مجید کی ہے وہ ہے سورتوں کی تقسیم یعنی نزول کے اعتبار سے مکی یا مدنی۔ قرآن کی کل 114 سورتیں ہیں آپ جب قرآن پڑھتے ہیں تو بسم اللہ سے پہلے ہی لکھا ہوتا ہے کہ یہ سورت مکی ہے یا مدنی۔ جس سورت پر مکی لکھا ہو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب مکہ میں تشریف فرما تھے یہ سورت اُس وقت نازل ہوئی اور جس پر لکھا ہو کہ یہ مدنی سورت ہے تو وہ آپ ﷺ پر مدینہ میں ہجرت کے بعد اتری۔ چند آیات کے بارے میں کچھ اختلاف ہے کہ یہ کب نازل ہوئیں ہیں مکی ہیں یا مدنی باقی تمام آیات پر اتفاق ہے کہ یہ مکی ہیں، یہ مدنی۔

قرآن مجید میں سپاروں کی تقسیم

اس کے علاوہ ایک تقسیم سپاروں کی تقسیم ہے۔ یہ سپاروں کی تقسیم دورِ صحابہ رضی اللہ عنہم میں بالکل نہیں تھی۔ ان کے ہاں اس کا کوئی تذکرہ، آثار یا ذکر نہیں ہے۔ دورِ تابعین میں بھی بالکل آخر میں اس کا ذکر ملتا ہے اور جس شخص کی طرف یہ تقسیم منسوب ہے وہ بھی کوئی اچھی شہرت رکھنے والا شخص نہیں ہے۔ حجاج بن یوسف کی طرف یہ منسوب ہے کہ اس نے یہ تقسیم کی تھی اگرچہ یہ بھی کوئی ثقہ روایت نہیں ہے کہ اس نے قرآن مجید کو اس طریقے پر تیس پاروں میں تقسیم کیا۔ واللہ اعلم۔ اس کی حکمت یہ بیان کی جاتی ہے کہ جو لوگ قرآن کو سمجھتے تھے وہ لوگ مفہوم کے ساتھ ایک ہفتے میں

قرآن ختم کر سکتے تھے۔ لیکن جب اسلام پھیلا اور دور دور کے علاقوں میں گیا جہاں لوگ قرآن اور عربی نہیں سمجھتے تھے، پھر انحطاط بھی آیا کہ لوگوں کے دینی جذبات میں گہرائی بھی پہلے جیسے نہیں رہی تھی تو یہ صورت حال پیدا ہوئی کہ قرآن مجید کو اگر ایک ہفتہ میں ختم نہیں کیا جا سکتا تو تیس پاروں میں تقسیم کر دیا جائے شاید کہ وہ ایک مہینے میں ختم کر لیں اور ان کے لیے آسانی پیدا ہو جائے۔ یہ تیس پارے اسی طریقے پر کسی نے بنائے ہیں۔ اور اس طرح لگتا ہے کہ کوئی قرآن کا مصحف تھا جس کے صفحے گن کر اس کو برابر برابر تقسیم کر دیا ہے۔ اس سے آگے انہوں نے کوئی زحمت گوارا نہیں کی۔ ورنہ چند مثالیں ایسی ہیں کہ اگر وہ ذرا سی بھی زحمت کر لیتے تو پھر اس طرح کی صورتحال پیدا نہ ہوتی۔ تیرہویں پارے کے آخر میں سورہ ابراہیم ختم ہو رہی ہے اور سورۃ حجر شروع ہو رہی ہے اس کی پہلی آیت تیرہویں پارے میں ہے باقی ساری سورۃ چودھویں پارے میں ہے۔ اسی طرح سورۂ یٰسٓ ہے جو کہ روایت کے مطابق قرآن مجید کا دل ہے لیکن اس کے بھی دو ٹکڑے کر دیے گئے کچھ 22ویں پارے میں اور کچھ 23ویں پارے میں ہے یعنی قرآن کا دل بھی دو ٹکڑوں میں تقسیم ہے۔ اس حوالے سے یہ بات اپنے ذہن میں ڈال لیجئے کہ جو چیزیں اللہ کی طرف منسوب ہیں اور جو چیزیں نبی ﷺ، دورِ نبویؐ کی طرف اور دورِ صحابہؓ کی طرف منسوب ہیں ان میں تو کوئی نہ کوئی حکمت ہوتی ہے ان میں دین کا کوئی نہ کوئی اصول ہوتا ہے، انسان کے لیے کوئی نہ کوئی رہنمائی ہوتی ہے، ظاہری حسن بھی ہوتا ہے، ظاہری ترتیب بھی ہوتی ہے لیکن اکثر و بیشتر جس چیز میں انسانی ذہن کا عمل دخل ہوتا ہے اس میں وہ حکمت نہیں رہتی وہ ایسے ہے جیسے مخمل میں ٹاٹ کا پیوند ہو۔ جو احزاب کی تقسیم ہے اس میں کوئی سورت نہیں ٹوٹی بلکہ جیسے حزب کے بارے میں عرض کیا کہ 5، 7، 9، 11، 13 اس میں ایک حسن ایک Series ہے اور یاد رکھنے میں بھی آسانی ہے جبکہ پاروں کی ترتیب میں نہ کوئی معنوی حسن ہے اور نہ ظاہری۔

قرآن مجید کے رکوع

ایک مزید تقسیم جو غالباً دورِ صحابہ کے آخر میں کی گئی وہ رکوعوں کی تقسیم ہے۔ نبی اکرم ﷺ نماز میں طویل قرأت کرتے تھے یا اکثر و بیشتر پوری سورت تلاوت کرتے تھے لیکن جب بعد کے حالات پیدا ہوئے اور اسلام خاص طور پر غیر عرب علاقوں میں پھیل گیا تو سب لوگ

حافظ بھی نہیں تھے کسی کو قرآن مجید کا تھوڑا سا حصہ یاد ہے اب پتا نہیں چلتا کہ کتنی قرأت کریں کہاں رک جائیں تو فیصلہ کیا گیا کہ نشان لگا دیے جائیں کہ کہاں سے کہاں تک پڑھ کر رکوع کیا جا سکتا ہے تا کہ عام آدمی جو اتنی سمجھ بوجھ نہیں رکھتا یا خود فیصلہ نہیں کرسکتا وہ بھی سمجھ جائے کہ یہاں سے لے کر یہاں تک پڑھ لیا جائے تو رکوع کیا جا سکتا ہے مطلب یہ ہے کہ جو بات یہاں سے چلی وہ یہاں تک مکمل ہو جائے گی اور رکوع کر لیا جائے گا۔ آج ہمیں تلاوت کرتے وقت معلوم نہیں ہوتا کہ کیا بات چل رہی ہے اس لیے کبھی کہیں سے دو آیتیں پڑھ دیں کبھی آدھا رکوع پڑھ دیا کبھی کچھ اور پڑھ دیا۔ اس میں اگر عربی کے لحاظ سے دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ کوئی سوال شروع ہوا تھا اس کا جواب ابھی مکمل نہیں ہوتا اور رکوع میں چلے جاتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ باطنی لحاظ سے اور معنی کے لحاظ سے ہم اپنی نماز کی اس درجہ حفاظت نہیں کرتے۔

قرآن مجید کی معنوی تقسیم

ایک مزید بات کی طرف بھی اشارہ کرنا مقصود ہے وہ یہ ہے کہ ایک یہ ظاہری تقسیم ہے جو کہ VOLUME کے اعتبار سے یا حجم کے اعتبار سے احزاب کی ہے۔ ایک تقسیم جو موجودہ دور میں سامنے آئی ہے وہ قرآن مجید کی معنویت کے لحاظ سے ہے وہ ظاہری نہیں ہے بلکہ معنوی ہے کہ قرآن مجید کے سلسلۂ کلام میں بھی سات گروپس ہیں۔ اس طرح نہیں کہ اللہ نے ساری مکی سورتیں قرآن کے ابتدا میں رکھ دیں یا ساری مدنی آخر میں، بلکہ ان کو ملا جلا کر رکھا ہے، کچھ مکی ہیں پھر مدنی ہیں پھر مکی ہیں۔ فعل الحکیم لایخلو عن الحکمۃ کسی حکیم کا کوئی فعل حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔ جب ہم کہہ رہے ہیں کہ قرآن مجید کی ترتیب اللہ کی بتائی ہوئی ہے اور حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی بتائی ہوئی ہے تو پھر یہ حکمت سے خالی تو نہیں ہوسکتی۔ اگر ہم غور نہ کریں، توجہ نہ کریں یا ہماری سمجھ میں کوئی بات نہ آئے تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ اس میں کوئی حکمت موجود نہیں ہے۔ جن لوگوں نے غور کیا ہے وہ اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ معنوی لحاظ سے بھی سورتوں کے سات گروپ ہیں ہر گروپ میں چند مکی اور چند مدنی دونوں سورتیں شامل کی گئیں ہیں اس طرح یہ گروپس وجود میں آئے ہیں ان میں ہر گروپ کی سورتوں کا ایک مضمون ہے ایک خاص THEME اور CENTRAL IDEA ہے۔ مثلاً پہلے گروپ میں سورۃ فاتحہ مکی سورۃ ہے جو مختصر ہے اگرچہ

معنویت کے لحاظ سے بہت بھاری بھرکم ہے اوراس کے ساتھ چار سورتیں مدنی ہیں جوطویل ترین ہیں (البقرۃ، آل عمران، النساء، المائدۃ) یہ ایک گروپ بن گیا۔ ان میں کیا قدرِ مشترک ہے؟ غور سے معلوم ہوا کہ اس میں ایک مرکزی مضمون شرعی احکامات ہیں۔ اس طرح کسی گروپ کا مرکزی مضمون عبادات ہے تو اس کا ایک پہلو مکی سورتوں میں بیان کیا جائے گا اور دوسرا پہلو مدنی سورتوں میں بیان کیا جائے گا۔ انذار آخرت ہے اس کا ایک رخ مکی سورتوں میں بیان کیا جائے گا دوسرا مدنی سورتوں میں بیان کیا جائے گا، دونوں رخ مل کر ایک مضمون کو مکمل کرتے ہیں۔

عظمتِ قرآن

یہ بات زیادہ وضاحت کی محتاج نہیں ہے کہ جتنا ہم قرآن پاک کا تعارف حاصل کریں گے ہمیں اتنا ہی اس کی کتنی عظمت کا ادراک ہوگا۔ تعارفِ قرآن سے متعلق چند باتیں سامنے آگئی ہیں۔ بہرحال میں اپنی ذہنی سطح اور اپنے محدود سے علم کے مطابق چند باتیں عظمت قرآن سے متعلق آپ کے سامنے رکھ رہا ہوں جن کا مجھے خود احساس ہے کہ واقعتاً اس لحاظ سے قرآن مجید ایک عظیم کتاب ہے۔ وہ آپ کے بھی علم میں ہیں اس لیے مختصر طور پر چند تمہیدی باتوں کا تذکرہ کر رہا ہوں۔

قرآن مجید کا چیلنج

قرآن مجید اللہ کا کلام ہے اور آج سے 1400 سال پہلے اس نے لوگوں کو چیلنج دیا تھا کہ اگر کسی کو شک ہے کہ قرآن اللہ کی طرف سے نازل نہیں ہوا بلکہ حضرت محمد ﷺ نے خود بنایا ہے تو تم میں بھی بڑے فصیح و بلیغ اور بڑے مقرر اور شعراء لوگ موجود ہیں تم بھی اس طرح کی عبارت بنا کر لے آؤ۔ پہلے مرحلہ میں کہا گیا کہ تم اس قرآن جیسا قرآن لے آؤ اُس وقت تھوڑا سا قرآن اترا تھا۔ بعد میں کہا گیا کہ تم اس قرآن میں موجود سورتوں جیسی دس سورتیں بنا کر لے آؤ۔ فَاْتُوا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ (11:13) اور آخری مرحلہ میں ان کا ناطقہ بند کرنے کے لیے کہا گیا کہ ایک سورۃ ہی بنا کر لے آؤ

وَاِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ وَادْعُوا

شُهَدَآءَ کُمۡ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ اِنۡ کُنۡتُمۡ صٰدِقِیۡنَ O (23:02)

اگرا کیلے نہیں تو کوئی بورڈ بنالو، کوئی کمیٹی بنالو، پڑھے لکھے لوگ ملک کر اجتماعی کوشش کرلو۔

____ قرآن نے ساتھ میں یہ چیلنج دیا کہ

فَاِنۡ لَّمۡ تَفۡعَلُوۡا وَلَنۡ تَفۡعَلُوۡا فَاتَّقُوۡا النَّارَ الَّتِیۡ اُعِدَّتۡ لِلۡکٰفِرِیۡنَ O (24:02)

پھر اگر تم نہ کرسکو اور تم ہرگز نہ کرسکو گے (اس لیے کہ یہ کلام اللہ ہے اس کی مثال بنانا اس کے مقابلے میں اس کے برابر عبارت بنانا کسی مخلوق کے لیے ممکن ہی نہیں ہے) تو پھر اس آگ سے بچو جو کفار کے لیے تیار کی گئی ہے۔

یہ چیلنج قرآن مجید کا آج تک قائم ہے یہ صرف عربوں کے لیے نہیں تھا یا صرف اس زمانے کے لیے نہیں تھا کوئی تاریخ مقرر (DEAE LINE) نہیں تھی بلکہ چیلنج آج تک قائم ہے اور آج تک اس کا جواب نہیں دیا جاسکا۔

قرآن مجید کی سحر انگیزی

دوسری بات قرآن کی تاثیر ہے۔ شروع میں چند سورتیں نازل ہوئیں اس دوران کے چند واقعات ہیں۔ مثلاً ولید بن مغیرہ جو نبی اکرم ﷺ کا بہت مخالف تھا اور بدر میں مارا گیا، اس نے جب قرآن سنا سورۂ مدثر کی آیات ہوں گی یا سورۂ مزمل کی ابتدائی یا کوئی دیگر ابتدائی چند آیات ہوں گی جو اس نے سنی ہوں گی بالکل ابتدائی دور کا واقعہ ہے' اس پر اثر ہوگیا کہ یہ تو کسی انسان کا کلام نہیں ہے یہ تو اللہ کا کلام ہی ہوسکتا ہے۔ واپس جا کر اس نے جب اپنے ساتھیوں سے ذکر کیا تو اس کے ساتھیوں نے اسے کہا کہ تیرا دماغ پھر گیا ہے اور تم پر حضرت محمد (رسول اللہ ﷺ) کا جادو چل گیا ہے۔ اس نے اگرچہ اپنے ساتھیوں کو خوش کرنے کے لیے کوئی تاویل کرلی۔ اس کے علاوہ اور واقعات بھی ہیں کہ عربوں پر اس قرآن مجید کی فصاحت و بلاغت کا گہرا اثر ہوا۔ طفیل دوسی ایک شاعر تھا اس کا واقعہ ہے کہ وہ مکہ دوستوں سے ملنے آیا انہوں نے اسے کہا کہ مکہ میں ایک شخص ایسا ہے جس کے پاس جادو ہے وہ جس کو اپنا کلام سناتا ہے اس کو اپنے جادو کے ذریعے زیر کرلیتا ہے بس اس سے ذرا ہوشیار رہنا۔ وہ چار دن بالکل باہر نہیں نکلے کہ کہیں اس شخص کا کلام میرے کانوں میں نہ پڑ جائے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے دل کو کہا کہ اے طفیل تم کوئی بچے ہو کہ کوئی تمہارے

ساتھ باتیں کرے اور تم اس کی باتوں میں آجاؤ تم اس کی غلط یا صحیح باتوں میں تمیز نہ کر سکو بھلا یہ کوئی بات ہے۔ وہ یہ سوچ کر گھر سے نکلے اور سیدھے حضرت محمد رسول ﷺ کے پاس پہنچے ان کا کلام سنا اور مسلمان ہو گئے۔ تو آخر کوئی تو وجہ تھی کہ قرآن میں تاثیر تھی۔ آج ہم وہ تاثیر قرآن سے نہیں حاصل کر پاتے کہ ادھر سنیں اور ادھر دل پر اثر ہو جائے اور یہ فیصلہ کر لیں کہ آج کے بعد یہ ہوگا اور یہ نہیں ہوگا۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ قرآن کے ذریعے عرب معاشرے میں جو تبدیلی آئی وہ قرآن کا جادو تھا جو سب پر چل گیا۔

قرآن مجید کی زبان ___ ایک زندہ زبان

تیسری بات یہ ہے کہ قرآن کی زبان عربی ہے اور یہ اللہ کا ہی خاص معجزہ ہے کہ تورات جس زبان میں نازل ہوئی وہ زبان ہی دنیا سے ختم ہوگئی، انجیل کی زبان بھی دنیا میں اب ناپید ہے اور یہ محمد رسول اللہ ﷺ کے زمانے سے ناپید ہے۔ تورات اپنے نزول کے چند سو برس بعد ہی ختم ہوگئی، زبان بھی اور کتاب بھی۔ انجیل بھی اسی طریقے پر ہے۔ قرآن مجید 1400 سال گزرنے کے بعد بھی پڑھا اور سمجھا جاتا ہے اور جس زبان میں یہ کتاب نازل ہوئی تھی وہ دنیا میں زندہ موجود ہے بلکہ قرآن کی وجہ سے اللہ نے اس زبان کو زندہ رکھا ہے ورنہ دنیا میں زبانیں چند سو سال کے بعد عام طور پر بدل جاتی ہیں۔ یہ شیخ الہندؒ کا ترجمہ جسے ہم پڑھتے ہیں اصل میں شاہ ولی اللہؒ کے بیٹے شاہ عبدالقادرؒ کا ترجمہ تھا، اس کو تقریباً سو سال گزرے تو وہ بدل گیا۔ اسی کے آخر میں لکھا ہے کہ وہ سو سال پہلے کا ترجمہ ہے زبان، محاورہ اور الفاظ بدل گئے اب ضرورت ہے کہ اُسی ترجمہ کو دوبارہ آج کی زبان میں لکھا جائے۔ مطلب یہ ہے کہ سو سال میں محاورہ اور الفاظ بدل گیا جبکہ قرآن مجید کی زبان کو چودہ سو برس گزر گئے اللہ نے اس کو بھی محفوظ رکھا ہے کہ لوگ یہ نہ کہیں کہ وہ کوئی پرانے زمانے کی چیز ہے بلکہ لاکھوں اور کروڑوں انسان اس کتاب کو سمجھنے کے لیے اس کی زبان سیکھتے اور سکھاتے ہیں۔ آج بھی ایک زندہ زبان ہے۔

قرآن مجید کا طرز کلام ___ ایک منفرد انداز

چوتھی بات یہ ہے کہ قرآن کا طرز بیان، خطاب کا انداز عام کتاب کی طرح نہیں ہے۔ عام کتاب آپ دیکھیں تو اس میں فہرست مضامین ہوگی، دیباچہ ہوگا، اس کے CHAPTER کا

کوئی عنوان ہوگا اس میں کئی پیراگراف ہوں گے، پھر سرخیاں ہوں گی وغیرہ یہ دنیا کی عام کتابوں میں سلسلہ چلتا رہتا ہے۔قرآن مجید اس طریقے کی کتاب نہیں ہے اور نہ سورتوں کو عام کتاب کے ابواب کی طرح CHAPTER کہا جاسکتا ہے۔قرآن مجید کا انداز تحریری نہیں ہے بلکہ قرآن مجید کا انداز ایک تقریر کرنے والے کا انداز ہے،ایک خطیبانہ انداز ہے۔جیسے خطیب کا انداز ہوتا ہے کہ وہ سامنے موجود لوگوں سے خطاب کرتا ہے وہ ان کو ہنساتا ہے، رلاتا ہے، ڈراتا ہے، ان کے جذبات کو ابھارتا ہے پھر بعض اوقات وہ لوگ جو موجود نہیں ان کو بھی خطاب کر رہا ہوتا ہے۔جیسے کفار جو نبی کریم ﷺ کی محفلوں میں شریک نہیں ہوتے تھے ان کو بھی مخاطب کیا گیا ہے منافقین کو بھی اور اہل کتاب کو بھی خطاب کیا گیا۔پھر وعظ، نصیحت اور لوگوں کو عمل پر اُبھارنا یہ سب چیزیں قرآن میں موجود ہیں۔تو قرآن مجید کا انداز خطیبانہ ہے۔

قرآن مجید ـــــ ذریعۂ دعوت

آخری بات یہ ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے جو دعوت لوگوں کو دی، اللہ کا پیغام پہنچایا، جو ہدایت لوگوں تک پہنچائی، جو وعظ و نصیحت کیا وہ سب کا سب قرآن مجید کے ذریعے ہی کیا۔اِنذار ـــ قرآن کے ذریعے، تبشیر (بشارت دینا) ـــ قرآن کے ذریعے، دعوت دینا ـــ قرآن کے ذریعے، یاددہانی کرانا ـــ قرآن کے ذریعے سے، حتیٰ کہ جہاد جس کے دو پہلو ہیں: ایک ہے جہاد کی تیاری کا پہلو یعنی لوگوں کو اُبھارنا، ان میں جذبہ (MORALE) پیدا کرنا اور جس کام کے لیے جہاد کرنا ہے اس کی محبت لوگوں کے دلوں میں کوٹ کوٹ کر بھرنا اور جہاد کا دوسرا مرحلہ ہے کہ جب موقع آجائے تو وہ لوگ تلوار اور اسلحہ پکڑ کر میدان میں نکل آئیں۔پہلے مرحلہ کے بارے میں قرآن میں فرمایا گیا: وَجَاهِدْهُمْ بِهٖ جِهَادًا كَبِيْرًا۔ یہ جہاد کی تیاری کا مرحلہ رسول اللہ ﷺ نے قرآن ہی کے ذریعے سے طے کرایا ہے۔یہ کوئی مصنوعی مراقبوں کے ذریعے، چلہ کشی کے ذریعے، نفس کشی کے طریقوں سے نہیں طے کرایا بلکہ آپ ﷺ کی جو محنت و مشقت اور لوگوں کی تربیت تھی وہ سب قرآن مجید کے ذریعے تھی۔

یہ باتیں اگر ذہن میں آئی ہیں تو دل میں عظمتِ قرآن اُجاگر ہوگی۔جتنا قرآن کے فکر سے متعارف ہوں گے جتنا قرآن کو سمجھیں گے اتنا ہی قرآن کی عظمت دل پر نقش ہوگی۔

قرآن مجید کی عظمت کے حوالے سے چند مزید باتیں یہ ہیں۔ پہلی بات جیسا کہ شروع میں عرض کیا تھا کہ یہ قرآن مجید اللہ کا کلام ہے اور یہ ابدی (ہمیشہ رہنے والا) ہے جیسے اللہ کی ذات اَلۡحَیُّ الۡقَیُّوۡم ہے اوّل وآخر ہے اسی طرح اللہ کا کلام بھی ابدی ہے۔ آپ کو معلوم ہے کہ تورات اور انجیل بھی اللہ کا کلام تھی لیکن دنیا سے غائب ہوگئی۔ تو اس کا کیا مطلب ہے کہ یہ اللہ کا کلام ہمیشہ رہے گا؟ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ نے قرآن مجید میں اس کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّکۡرَ وَ اِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوۡنَ کہ ہم نے یہ قرآن مجید نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں یعنی یہ کلام اللہ ہے جو لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ نہیں ہوگا، دنیا سے غائب نہیں ہوگا۔ ہاں یہ الگ بات ہے کہ لوگ اس پر عمل چھوڑ دیں، یہ ایک دوسرا معاملہ ہے کہ قرآن مجید سے کوئی ہدایت اخذ کرتا ہے یا نہیں کرتا۔ لیکن یہ قرآن لوگوں کے سامنے موجود رہے گا مصحف کی شکل میں، لوگوں کے سینوں میں محفوظ رہے گا لوگ اس کو پڑھتے پڑھاتے رہیں گے، کوئی اس کو غائب کرنے کی سرتوڑ کوششیں کرلے تب بھی یہ کتاب دنیا سے غائب نہیں ہوگی جیسے کہ تورات اور انجیل غائب ہوگئیں۔ یہ کتاب لوگوں کی رہنمائی کے لیے موجود رہے گی۔ کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں اللہ کو پہچاننا چاہتا ہوں اللہ کو راضی کرنا چاہتا ہوں مگر مجھے دنیا میں ہدایت کا کوئی ذریعہ نہیں مل رہا۔ جو بات سمجھانا مقصود ہے وہ یہ کہ اللہ نے یہ ذمہ نہیں لیا کہ میں لوگوں کو ضرور اس قرآن پر عمل کرواؤں گا بلکہ یہ ذمہ لیا ہے کہ یہ قرآن دنیا میں موجود رہے گا۔ اب میری اور آپ کی ذمہ داری یہ بنتی ہے کہ ہم اس سے فائدہ حاصل کریں۔ ایک حدیث پاک مفہوم ہے کہ قیامت سے پہلے قرآن مجید کا رسم الخط تو موجود رہے گا لیکن اس پر عمل اُٹھا لیا جائے گا۔ اس سے پہلے کہ وہ موقع آئے کہ قرآن مجید پر عمل کرنے کی توفیق سلب ہوجائے ہمیں قرآن مجید کی عظمت کا اعتراف کرتے ہوئے اللہ کی اس نعمت کی قدر کرنی چاہیے، اس کو پڑھنا چاہیے، سمجھنا چاہیے، اس کے لیے وقت لگانا چاہیے اور اس پر عمل کرکے دکھانا چاہیے۔

قرآن مجید کے خطاب کرنے کے انداز کا ایک دوسرا پہلو ہے جو عظمت قرآن کے ضمن میں آتا ہے اس کی بھی ایک مثال درج ذیل ہے:

کسی بات کی وضاحت کرنے کی دو انتہائیں (EXTREME) ہوسکتی ہیں: ایک یہ کہ

کوئی بات کرنے والا اتنی سادہ اور بچگانہ بات کرے کہ سننے والے کہے کہ یہ بھی کوئی کرنے کی بات تھی۔ دوسری انتہاء جسے انگلش میں کہتے ہیں SPEAKING OVER THE HEADS یعنی اتنے مشکل الفاظ اور اتنی مشکل بات کی جائے کہ کوئی سمجھ ہی نہ سکے۔قرآن ان دونوں کے بین بین ہے یعنی درمیان میں ہے قرآن مجید کے بیان سے ہر شخص کچھ نہ کچھ ضرور حاصل کر لیتا ہے۔قرآن درمیانی درجہ میں بات کرتا ہے یعنی ہمارے ذہنوں کے قریب ہو کر ہمارے دل کے قریب ہو کر بات کرتا ہے۔آپ کسی صوفی کے پاس جائیں کسی بزرگ کے پاس جائیں اور وہ آپ کے بیٹھتے ہی آپ کے دل کی بات کہہ دے آپ کہیں گے فلاں بزرگ نے میرے وہاں بیٹھتے ہی میرے دل کی بات کہہ دی۔ معلوم ہوا کسی کے دل کے قریب ہو کر بات کرنا ایک خوبی ہے اس سے انسان متاثر ہوتا ہے۔کوئی شخص کس انداز سے اس کو پاتا ہے، قیافہ شناسی سے یا آپ کی شکل و صورت سے اندازہ لگا کر کہ اس کے گھریلو طور پر حالات صحیح نہیں، مالی طور پر حالات صحیح نہیں بہر حال اگر اس نے آپ کے دل کی بات بوجھ لی تو آپ اس سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکیں گے۔قرآنِ مجید بھی اسی طرح عام انسان کے دل کے قریب ہو کر اس کے سامنے بات رکھتا ہے۔ مثلاً قرآن نے دل کے قریب ہو کر یہ بات کہی ہے کہ ’’تم اس جیسا قرآن بناؤ اور تم ہرگز نہیں بنا سکتے‘‘۔ان کا دل بھی مانتا تھا کہ ایسا نہیں ہو سکتا۔اسی طریقے پر سورۃ انبیاء میں ہے کہ وہ کہتے تھے کہ حضرت محمد رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو کیا کہیں؟ یہ قرآن کہاں سے لاتے ہیں؟ کیسے بناتے ہیں؟ ان کو جادوگر کہیں؟ شاعر کہیں؟ کیا کہیں؟ قرآن مجید ان کی ان خالص نجی اور خفیہ محفلوں کا بھی ذکر کرتا ہے ’’کہ تم جو آپس میں مشورے کرتے ہو اللہ کو خوب معلوم ہے‘‘۔کہ تم بیٹھ کر یہ طے کرتے ہو کہ محمد (رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم) پر اب کونسا الزام لگایا جائے (معاذ اللہ)۔قرآن مجید کا یہ طرزِ تخاطب ہے کہ اس نے لوگوں کی ذہنی اور نفسیاتی سطح کے قریب ہو کر بات کی ہے۔اس اندازِ تخاطب سے کفار و مشرکین متأثر ہوئے بغیر نہ رہ سکتے تھے اور قرآن مجید کے وحی ربانی کا زبانی اقرار نہ کر کے بھی اندر سے شکست خوردہ ہوتے تھے۔

ایک ہمارے ظاہری معاملات ہوتے ہیں جو سب جانتے ہیں اور ایک ہر شخص کا باطن ہوتا ہے۔کبھی کبھی بظاہر آدمی بھلا چنگا صحت مند ہوتا ہے لیکن اندر سے دکھی ہوتا ہے اگر اس کی دکھتی

رگ کو چھیڑ دیا جائے تو اس شخص پر اثر ہو جاتا ہے اور اگر اس کا علاج بھی بتا دیا جائے تو کیا ہی کہنے۔ یہی وہ چیز ہے جو قرآن کا طرزِ تخاطب اور طرزِ بیان ہے کہ لوگوں کی ذہنی اور نفسیاتی سطح کے قریب ہو کر بات کی ہے اور واقعتاً لوگوں کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا ہے۔ اسی اندازِ تخاطب کو قرآن مجید کی اصطلاح میں وعظ اور موعظۃ کہتے ہیں یعنی دلوں کو نرم کرنا، دلوں کو پگھلا دینا، دلوں کو موم کر دینا۔ قرآن میں ہے: یٰاَیُّھَا النَّاسُ قَدۡ جَآءَتۡکُمۡ مَّوۡعِظَۃٌ مِّنۡ رَّبِّکُمۡ (57:10)

''اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے موعظت (نصیحت) آ چکی ہے''

ایسی نصیحت جو تمہارے دل میں جا کر لگتی ہے قرآن مجید میں یہ تاثیر ہے کہ اس کی بات تیر کی طرح دل میں جا کر لگتی ہے اسی لیے اس آیت میں قرآن کو موعظت کہا گیا ہے جس سے دل نرم ہو جائیں۔ سورۃ الحدید میں فرمایا گیا ہے:

اَلَمۡ یَاۡنِ لِلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَنۡ تَخۡشَعَ قُلُوۡبُھُمۡ لِذِکۡرِ اللّٰہِ وَ مَا نَزَلَ مِنَ الۡحَقِّ (16:57)

''یعنی کیا ابھی تک مؤمنوں کے لیے یہ وقت نہیں آیا کہ اللہ تعالیٰ کی یاد سے اور اس قرآن سے جو حق کی طرف سے نازل ہوا ہے ان کے دل نرم ہو جائیں''

تمہارا دل جن باتوں کے متعلق سوچتا ہے تم جو منصوبے بنا رہے ہو قرآن تمہیں بتا رہا ہے کہ توبہ کر لو تم اس کو ٹال رہے ہو تم کہتے ہوا بھی نہیں۔ کیا اب بھی وقت نہیں آیا کہ تمہارے دلوں میں جو ہدایت پڑ چکی ہے اس کا تم اپنی زبان سے اقرار کر لو؟ کب تک ٹالتے رہو گے تمہیں چاہیے کہ توبہ کی طرف آگے بڑھو اور اپنی زندگی کو بدل ڈالو۔

قرآن مجید ــــ شِفَآءٌ لِّمَا فِی الصُّدُوۡرِ

تیسری بات عظمتِ قرآن کے اعتراف سے متعلق یہ ہے کہ قرآن مجید ہر دور میں ہدایت کا سورج بن کر چمکتا رہے گا۔ یہ بات تو ہو چکی کہ یہ کتاب ہمیشہ موجود رہے گی، صرف موجود ہی نہیں رہے گی بلکہ ہر دور کے انسانوں کے لیے ہدایت فراہم کرتی رہے گی۔ ہر دور کی ایک ذہنی سطح ہوتی ہے، آج سے پانچ ہزار سال پہلے انسانیت کا بچپن کا دور تھا اُس وقت لکھنا پڑھنا ایجاد نہیں ہوا تھا اس کے بعد انسان نے لکھنا پڑھنا سیکھا، کتابیں بنانا سیکھا، پھر کتابیں لکھی گئیں، پریس

ایجاد ہوگیا اور ترقی کرتے کرتے آج کا دور اس ضمن میں عروج پر ہے۔ ہر دور کی ایک ذہنی سطح ہوتی ہے۔ اگر گزشتہ چودہ صدیوں کو دیکھیں تو دنیا میں کتنی تبدیلیاں آ چکی ہیں۔قرآن مجید ہر دور کے انسانوں کی ذہنی سطح کے لیے ہدایت کا مینار (LIGHT HOUSE) ثابت ہوا ہے اور آئندہ جو دور آئے گا اس میں نا معلوم کتنی ترقی ہوگی علم کتنا عروج کو پہنچے گا ہر دور میں قرآن مجید ہدایت کا سرچشمہ رہے گا۔ .... جدید دور، جدید سائنس، جدید ایجادات، اس دور کا فلسفہ اور منطق جو مغرب میں پروان چڑھی ہے اس میں مذہب کا عنصر بہت کم ہے۔اس کو علامہ اقبال نے اس طرح تعبیر کیا ہے کہ

عذابِ دانشِ حاضر سے باخبر ہوں میں
کہ میں اس آگ میں ڈالا گیا ہوں مثلِ خلیلؑ

یہ جو اس دور کی دانش ہے یہ گویا کہ ایک عذاب ہے۔ یہ کیوں ہے؟ اسی سے عظمتِ قرآن کا تیسرا پہلو سامنے آتا ہے۔ایک حدیث سے بات کو سمجھنا آسان ہوجائے گا کہ آپ ﷺ نے فرمایا: كُلُّ مَوْلُودٍ يُولَدُ عَلَى الفِطْرَةِ فَأَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهِ أَوْ يُنَصِّرَانِهِ أَوْ يُمَجِّسَانِهِ، دنیا میں ہر بچہ فطرتِ اسلام لے کر آتا ہے، اس کے والدین کی تربیت ہی اس کو یہودی، نصرانی یا مجوسی وغیرہ بنا دیتی ہے۔

ایک دوسری حدیث میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ سے سوال کیا گیا کہ یا رسول اللہ! نیکی کیا چیز ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اَلْبِرُّ حُسْنُ الْخُلُقِ نیکی حسن اخلاق اور اچھے BEHAVIOR کا نام ہے۔ پھر سوال کیا گیا کہ گناہ کسے کہتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اَلْاِثْمُ مَا حَاكَ فِي نَفْسِكَ، وَكَرِهْتَ أَنْ يَعْلَمَهُ النَّاسُ گناہ وہ ہے جو تیرے دل میں کھٹکا پیدا کرے اور تجھے یہ بات بری لگے کہ تیرے اس کام کا دوسروں کو بھی پتہ چل جائے۔ یہ گناہ کی DEFINITION ہے جو رسول اللہ ﷺ نے فرمائی۔ اگر گناہ چھوٹا سا ہوگا تو اس کے نتیجے میں دل میں کرب اور بے چینی بھی تھوڑی ہوگی، اگر گناہ کوئی بڑا ہے تو بے چینی بھی زیادہ ہوگی۔ مثلاً جب کوئی قتل کرتا ہے تو بعد میں اندر کی بے چینی اور کرب کی وجہ سے اعترافِ جرم بھی کرتا ہے، اگرچہ اسے معلوم ہے کہ اس کی سزا بہت سخت ہے۔ گناہ اور جرم کے ارتکاب سے دل میں سکون ختم ہوجاتا

ہے اور اگر آدمی مسلسل گناہ کرتا رہے اور پوری تہذیب وتمدن گناہوں میں لگ جائے اور پھر مصنوعی دلائل سے اس کو جائز ثابت کیا جائے تو اس سے مجموعی طور پر اس تہذیب کے اندر بے چینی اور کرب اور بے مقصدیت، اباحیت اور FRUSTRATION بڑھ جاتی ہے۔ آج کے مغرب کی گزشتہ سوسال سے جو صورت حال ہے اس کو علامہ اقبال نے اس صدی کے شروع میں وہاں جا کر دیکھا اور اس کے نتیجے میں یہ فرمایا:

عذابِ دانشِ حاضر سے باخبر ہوں میں
کہ میں اس آگ میں ڈالا گیا ہوں مثلِ خلیلؑ

دانش حاضر ایک عذاب ہے اس میں لوگ بے چین ہیں، بے مقصدیت ہے۔ اس کو دینی اصطلاح میں یوں کہہ سکتے ہیں کہ آدمی اگر گناہ پر گناہ کرتا چلا جائے تو اُس کی روح مردہ ہو جاتی ہے۔ اگر کسی کی روح قریب المرگ ہو تو اس کو دُکھ اور تکلیف اور تنہائی کا احساس زیادہ ہوگا۔ آج کے جدید دور میں یہی صورت حال ہے۔ یہ اس وجہ سے ہے کہ ان کو انسان کی حقیقت معلوم نہیں اور وہ خدانا شناس سائنس، خدانا شناس تہذیب میں پروان چڑھ رہے ہیں۔ یہ عذابِ دانش حاضر ہے۔ قرآن مجید بھی اسی طرح کہتا ہے فِیۡ قُلُوۡبِهِمۡ مَّرَضٌ بعض لوگ ایسے ہیں جن کے دل میں روگ ہے۔ اگر اللہ کی نافرمانی کی جائے گی اور اس کو ایک فلسفہ اور رہن سہن کا ایک سسٹم بنالیا جائے گا تو اس کے نتیجے میں لازماً یہی روگ پیدا ہوں گے۔ یہ روگ GUILTY CONSCIENCE ہونے کا روگ ہے کہ ضمیر کاٹتا ہے کہ یہ کیوں کیا۔ اور انسان ہے کہ اس کے سامنے کوئی راستہ ہی نہیں ہے لہٰذا اسی راستے پر چلا جا رہا ہے۔

قرآن وہ چیز ہے جو ہمیں اس کرب، دکھ اور تکلیف کی صورت حال سے نکلنے کا رستہ بتاتی ہے۔ اور اس معنی میں قرآن مجید میں الفاظ آئے ہیں کہ لوگوں کے دلوں میں روگ ہے قرآن مجید میں ان کے لیے اَلشفاء ہے۔ یہ ظاہری بیماریوں سے شفاء نہیں ہے بلکہ GUILTY CONSCIENCE، نااُمیدی، زندگی سے مایوسی، پریشانی، FRUSTRATION، بے مقصدیت اور ان تمام امراض کا مداوا قرآن مجید ہے۔ شِفَآءٌ لِّمَا فِی الصُّدُوۡرِ یہ قرآن مجید سینوں کے روگ کے لیے شفا ہے۔ یہ تیسرا عظمتِ قرآن کا پہلو ہے۔

اگراس پہلو پر غور کیا جائے تو قرآن مجید کا عظمت دلوں میں اُجاگر ہو سکے گی۔

مغرب میں جو مذہب سے دوری ہے اس کی وجہ ان کی دوسو سال طویل تاریخ ہے۔ وہ مذہب نام کی کوئی چیز سننا نہیں چاہتے۔ اخلاق اور خالق کائنات کا کوئی تصور نہیں رکھتے۔ لہٰذا وہ دنیاوی زندگی میں مست ہیں اور ضمیر کی خلاف ورزی کرتے چلے جارہے ہیں۔ اسی حال میں نسلوں پر نسلیں بیت گئی ہیں۔ قرآن جن کو باطنی بیماریاں کہتا ہے، وہ ان کے نزدیک فلسفے کے درجے میں آ گئی ہیں۔ ان کا علاج اگر کہیں ہے تو وہ صرف قرآن مجید ہے

نہ کہیں جہاں میں اماں ملی، جو اماں ملی تو کہاں ملی

مرے جرمِ خانہ خراب کو ترے عفو بندہ نواز میں

قرآن ان بیماریوں کے لیے شفاء بن کر آیا ہے اور یہ اعلان آج بھی ہے ہر اس شخص کے لیے جو قرآن کے استدلال کو تسلیم کرے اور مذہب کی طرف آ جائے۔ جو آیات شروع میں درج کی گئی ہیں ان میں یہی بات آئی ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے:

يٰاَيُّهَا النَّاسُ قَدۡ جَآءَتۡكُمۡ مَّوۡعِظَةٌ مِّنۡ رَّبِّكُمۡ

اے لوگو! تحقیق تم تک پہنچ چکی ہے تمہارے رب کی طرف سے نصیحت

وَ شِفَآءٌ لِّمَا فِى الصُّدُوۡرِ ''اور سینوں کی بیماریوں کے لیے شفا''

جو سینوں کے روگ ہیں، جو نظریاتی روگ ہیں، جو فلسفے اور فکر کی گمراہیاں ہیں اس کا علاج یہ قرآن مجید ہے۔

وَ هُدًى وَّ رَحۡمَةٌ لِّلۡمُؤۡمِنِيۡنَ (57:10) اور یہ قرآن ہدایت اور رحمت ہے اہل ایمان کے لیے

اس سے اگلی آیت میں فرمایا: قُلۡ بِفَضۡلِ اللّٰهِ وَ بِرَحۡمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلۡيَفۡرَحُوۡا

اے نبی ﷺ! آپ فرما دیجئے اللہ کے فضل اور مہربانی سے یہ قرآن تمہیں ملا ہے چاہیے کہ تم لوگ اس پر خوشیاں مناؤ۔

آج کے اس دور میں بھی مغرب میں جتنا مذہب سے بیگانگی ہے اور اس کے نتیجے میں یہ تکالیف ہیں اس کے مقابلے میں مسلمان آج جتنے بھی گئے گزرے ہیں وہ اللہ کو مانتے ہیں کچھ آخرت کا احساس رکھتے ہیں اس لیے ان میں یہ

باطنی بیماریاں مغرب کے مقابلے میں بہت کم ہیں۔ اگر ہم واقعتاً اس کتاب کو اپنا رہنما بنالیں اس کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی کوشش کریں تو ہمارے دلوں کے سارے روگ دور ہو سکتے ہیں اور دنیا میں ہم اس قرآن کے علمبردار بن کر کھڑے ہو جائیں تو آج جو دنیا پریشان حال ہے ان کی بیماریوں کا علاج ممکن ہے اور وہ علاج اور نسخہ کیمیا قرآن مجید ہمارے پاس ہے۔ لوگ قیامت کے دن ہمارے گریبان پکڑیں گے کہیں گے شفا تمہارے پاس تھی تم اس پر خزانے کا سانپ بن کر بیٹھے رہے اور تم نے اس کو عام نہیں کیا۔ ہمیں اس کا احساس ہونا چاہیے کہ ہمارے پاس اللہ کی کتنی بڑی نعمت ہے۔

قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَ بِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا

اس حد تک تو خوشی منانے کی ضرورت ہے کہ اللہ کا یہ فضل ہے اس کا کرم ہے کہ اس نے ہمیں اس کا حامل بنایا ہے کہ ہم قرآن مجید سمجھنے کی طرف مائل ہیں اور مسلمانوں میں تعلّم و تعلیم قرآن کا رجحان بڑھ رہا ہے۔

هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ

ہم جن چیزوں کے پیچھے لگے ہوئے ہیں یا جو کچھ ہم جمع کر رہے ہیں اس سے کہیں بہتر ہے یہ قرآن مجید کا پڑھنا اور پڑھانا۔ بحیثیت مجموعی یہ مسلمانوں کی ذمہ داری ہے اور پھر خاص طور پر ان لوگوں کی جن کے سامنے یہ بات کھل جائے کہ قرآن مجید اتنی بڑی نعمت ہے پھر وہ کسی اور چیز کو بڑا سمجھیں یا کسی اور چیز کی اہمیت زیادہ سمجھیں تو معلوم ہوا کہ انہوں نے قرآن مجید کی قدر نہیں کی۔ هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ اس پر دل مطمئن ہونا چاہئے کہ یہ قرآن مجید دنیا کی بہترین نعمت ہے بقیہ نعمتیں نظروں کے سامنے ہیچ ہو جائیں تب تو بات ہے۔ اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا

خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْاٰنَ وَ عَلَّمَهٗ (عن عثمان رضی اللہ عنہ بن عفان)

"تم میں سب سے بہتر انسان وہ ہے جس کا کام قرآن مجید کا علم سیکھنا اور سکھانا ہے"

افسوسناک بات یہ ہے کہ جب ہمارے سامنے یہ حدیث آتی ہے تو ہماری نگاہ میں چند بچے ناظرہ اور حفظ کرتے نظر آتے ہیں اور ہم سمجھتے ہیں کہ حدیث میں یہی کچھ کہا گیا ہے۔ اور یہ

بات ڈاکٹر رفیع الدین صاحب نے لکھی ہے کہ جب ہم کسی غلط بات کو اسلام کے ساتھ ایک حقیقت کے طور پر پیش کرتے ہیں چونکہ وہ حقیقت نہیں ہوتی اس لیے لوگ ناپسند کرتے ہیں اور عوام میں اس سے نفرت پیدا ہو جاتی ہے۔قرآن کے ناظرہ اور حفظ کو ہی ہم نے سمجھا کہ یہ خیر کا کام ہے۔حقیقت یہ ہے کہ یہ ناظرہ بھی ہو، حفظ بھی ہو، یہ جزوی ہے اصل تعلیم وتعلّم قرآن تو اس کے مفہوم کو سمجھنا اور عام کرنا ہے نہ کہ صرف حفظ اور ناظرہ کو۔ خیر کم میں جو بات کہی گئی ہے وہ قرآن مجید کا تعلیم و تعلّم ہے اور تعلیم میں صرف حفظ یا ناظرہ کو سمجھنا اس حدیث کا بہت ہی محدود مفہوم ہے۔جیسے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے سورۃ البقرۃ آٹھ سال میں سیکھی۔عربی ان کی اپنی زبان تھی، شانِ نزول ان کو یاد کرنے کی ضرورت نہیں تھی، ڈکشنری ان کو دیکھنے کی ضرورت نہیں تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین ان کے سامنے تھے احادیث سے بھی رجوع کرنے کی اس معنی میں ضرورت نہیں تھی پھر بھی ان کو آٹھ برس لگے،کس لیے لگے؟ صرف اس کی گہرائی میں، اس پر تدبر میں اور اس پر غور وفکر کرنے میں اتنا عرصہ لگا۔ دراصل یہ تعلیم و تعلّم قرآن کا میدان ہے۔ یہ حقیقت اگر سامنے رہے گی تو زیادہ پڑھے لکھے اور اہل علم لوگ بھی اس کی طرف آئیں گے جو لوگ بی اے، ایم اے، پی ایچ ڈی میں علمی اور دنیاوی حیثیت رکھتے ہیں وہ بھی اس کام کو اختیار کریں گے۔جب انہیں معلوم ہوگا کہ خَیرُکُم جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ یہ ہے کہ قرآن کے علم، معنی، مفہوم کو عام کرنے کی ضرورت ہے اور انسان علومِ قرآن کو دوسرے سیکولر مزاج لوگوں میں عام کرنے کا عزم کرے اور کوششوں کا آغاز کرے تو باصلاحیت نوجوان بھی اس قرآن فہمی کے میدان میں آگے آئیں گے اور زندگیاں وقف کرنے پر آمادہ ہوں گے۔

یہ مختصر طور پر تعارفِ قرآن حکیم اور عظمت قرآن مجید ہے۔ یہ چند بنیادی حقائق نگاہوں کے سامنے رہیں گے تو قرآن مجید کی طرف دل مائل ہوں گے مطالعہ کا شوق بڑھے گا اس کی زبان سیکھنے کا جذبہ بیدار ہوگا علومِ قرآنی کے حصول کے لیے اوقات فارغ کرنے کا عزم بیدار ہوگا، ان شاءاللہ۔ (جاری ہے)

اُٹھا کر پھینک دو باہر گلی میں
نئی تہذیب کے انڈے ہیں گندے

ابوفیصل محمد منظور انور

مغربی جمہوریت اور مغربی ثقافت اپنانے کا نتیجہ یہ ہے کہ بے حیائی، عریانی اور فحاشی کا جادو سر چڑھ کر بولنے لگا ہے۔ انسانیت ذلت و گمراہی کی دلدل میں پھنس کر رہ گئی۔ مسلم دنیا نے مغربی جمہوری طرز حکومت اپنا کر اپنی سیاست، معیشت اور معاشرت سب کچھ انہی کے حوالے کر کے ملک قوم کو ان کے ہاں گروی رکھ دیا ہے۔ عالمی مالیاتی فنڈ IMF جو دراصل ان بڑی طاقتوں کی باندی ہے نے، شرمناک شرائط پر قرض دے دے کر اکثر مسلم ممالک کو اپنے چنگل میں پھنسا رکھا ہے اس طرح مقروض ممالک ان کی جائز و ناجائز شرائط پوری کرنے پر مجبور ہیں۔ بھاری قرضوں کے سبب وہ ایک طرح سے ہر معاملے میں ان کے دست نگر بن کر رہ گئے ہیں۔ مغرب کا دوہرا معیار کہ جہاں ان کو جمہوریت سپورٹ نہیں کرتی وہاں آمریت کو سپورٹ کرتے ہیں اور ان ممالک میں من مرضی کی حکومتیں بناتے اور گراتے ہیں۔ اس عالمی سطح کی غنڈہ گردی کا نتیجہ ہے کہ 60 کے قریب مسلمان ممالک مغربی طاقتوں کے غلام بن چکے ہیں، ہمارا اسلامی تشخص ہی ختم کیا جا رہا ہے۔ جہاں سے 'نہ پائے رفتن نہ جائے ماندن' کے مصداق نکلنے کا کوئی راستہ ہی موجود نہیں۔ اللہ کرے امت مسلمہ کو کوئی صالح قیادت نصیب ہو جائے تو ذریت ابلیس کی پیروی کی بجائے انسانیت اللہ وحدہٗ لاشریک کی طرف لوٹ آئے۔ اپنے گناہوں پر نادم ہو کر توبہ و استغفار کا راستہ اپنائے۔ لادینیت کی حامل مغربی دنیا کے زیر اثر پریس میڈیا کے اخبارات، الیکٹرانک میڈیا،

ٹی وی، کیبل اور انٹرنیٹ کے ذریعے یورپی ثقافتی یلغار نے پوری دنیا اور خصوصاً اسلامی معاشرتی نظام کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا ہے۔ رہی سہی کسر فیس بک، یوٹیوب جیسے دیگر سینکڑوں چینلز نے پوری کردی ہے۔ اسلامی ثقافت یا اسلامی پروگرامز کی جگہ مادر پدر آزاد یورپی مغربی ثقافت اور موسیقی کے پروگرامز نے لے لی ہے، جو حزب الشیطان کے اصل کل پرزے بن کر دنیائے انسانیت کو گمراہ کرنے میں دن رات ایک کئے ہوئے ہیں۔ اسلامی جمہوریہ پاکستان کو ہی لے لیجیے یہاں کا کوئی اخبار، میگزین دیکھ لیجئے، ظلم وزبردستی، خواتین کی عصمت دری، بچوں سے زیادتی اور پھر قتل، چوری، دھوکہ دہی اور فراڈ کی وارداتوں کی خبریں، سیاسی شعبدہ بازوں کی چکنی چوپڑی باتیں اور ملک وملت سنوانے کے جھوٹ پر مبنی بیانات، خواتین کی عریاں اور نیم عریاں تصاویر والے انتہائی فحش اور گھٹیا کمرشل اشتہارات جنھیں دیکھ کر دل خون کے آنسو روتا ہے۔ لگتا ہے کہ ہم کسی انسانی نہیں حیوانی معاشرے میں رہ رہے ہیں جس میں اخلاقی قدریں ناپید ہیں۔ انٹرنیٹ اور الیکٹرانک میڈیا پر دکھائے جانے والے پروگرامز کے کیا کہنے جو ابلیسی ایجنڈے کو آگے بڑھانے میں دن رات ایک کئے ہوئے ہیں۔ دنیا بھر کے تمام ممالک بشمول مسلم ممالک کے اربوں لوگ یہ عریاں اور فحش پروگرام دیکھتے ہیں جس سے ان کے دل دماغ میں بے حیائی کے گندے خیالات پیدا ہوتے ہیں، پھر ایمان کمزور ہوجاتا ہے، پھر عمل خراب ہوجاتا ہے اور ایسے لوگوں سے معاشرہ خراب ہوجاتا ہے۔ ہمارا دین اسلام جس پاکیزہ معاشرہ کو قائم کرنا چاہتا ہے اس کا ایک اہم وصف قرآن بیان کرتا ہے کہ لَاتَـقۡرَبُوۡا الۡفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنۡهَا وَ مَا بَطَنَ (تم بے حیائی کی باتوں کے قریب بھی مت جاؤ، خواہ وہ ظاہر ہوں یا پوشیدہ)۔

عریانی فحاشی پھیلانے کا سلسلہ تو پرانا تھا مگر انٹرنیٹ کی سہولت نے ابلیسی ایجنڈے کا کام زیادہ آسان کردیا ہے دنیا کا کوئی خطہ، شہر یا کوئی علاقہ ایسا نہیں جہاں انسانیت سوز مخرب اخلاق پروگرام نہ دکھائے جارہے ہوں۔ انٹرنیٹ کے ذریعے یہ ہر شخص کی دسترس میں آچکے ہیں۔ جس سے ہماری آنے والی نسلیں بری طرح متاثر ہورہی ہیں۔ ہماری اخلاقی قدریں پامال ہورہی ہیں اور قعر مذلت میں گر چکی ہیں جس کے مداوے کے کوئی آثار فی الوقت نظر نہیں آرہے۔ پاکستان میں تیس سال قبل اور میوزک 89 کے نام سے سرکاری ٹی وی پر نوجوانوں کا ایک شو دکھایا

گیا تھا جس میں نوجوان لڑکے لڑکیاں جھوم جھوم کر گانے والوں کو داد دے رہے تھے۔ اس بیہودگی پر ملک بھر میں زبردست احتجاج کیا گیا تھا کیونکہ ایسے پروگراموں سے نئی نسل کی اخلاقیات تباہ ہونے کے خدشات تھے۔ جس پر حکومت نے بعدازاں بڑے محتاط انداز میں ٹی وی پروگرام پیش کرنے شروع کر دیے تھے۔ لگتا ہے کہ ایک بار پھر سے بے حیائی پھیلانے والے بدبخت عناصر شتر بے مہار بن کر معاشرے کو گمراہی کے گڑھے میں دھکیل رہے ہیں۔ جب سے امریکہ بہادر اور اس کے اتحادیوں نے مسلمان ممالک کے حکمرانوں کو اپنا اتحادی بنا کر غریب مسلمانوں پر عرصۂ حیات تنگ کر رکھا ہے اتحادی ممالک کی حکومتوں کے ذریعے ان ممالک میں لادینیت کی حامل مغربی ثقافتی یلغار کو عروج حاصل ہو چکا ہے۔ اسلامی نظریات سے دور کرنے اور مغربی شیطانی نظریات اور ثقافت اور رسم و رواج کو جبری طریقے سے مسلمان ملکوں میں عام کیا جا رہا ہے پاکستانی مسلمان اس سے پہلے بھارتی ثقافتی یلغار کے ذریعے بری طرح متاثر ہو رہے تھے کہ اب دیگر مغربی طاقتوں نے اپنی ثقافت کو عام کرنے کے لیے مختلف حربے اختیار کرنے شروع کر دیے ہیں اور ایک سازش کے تحت بے حیائی پر مبنی پروگراموں کو عام کیا جا رہا ہے۔ ریاست مدینہ بنانے کی دعویدار موجودہ حکومت کے دور میں بے حیائی اور فحاشی کے پروگراموں کو عام کرنے میں حد درجہ اضافہ ہوا ہے۔ کیبل نیٹ ورک و انٹرنیٹ نے ہمارے اسلامی معاشرے کی جڑیں ہلا کر رکھ دی ہیں سینکڑوں چینلز ہیں جو دن رات گندے پروگرام پیش کرنے میں مصروف ہیں۔ جن چینلز پر حکومت نے پابندی عائد کر رکھی ہے وہ بھی بلاخوف و خطر چل رہے ہیں۔ ننگ دیں اور ننگ وطن ایسے عناصر ہمارے معاشرے میں بے حیائی کا زہر گھولنے میں مصروف ہیں۔ ہر پروگرام میں گھٹیا غیر معیاری اور غیر شائستہ زبان استعمال کی جاتی ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ کچھ بے ضمیر عناصر نے مسلم معاشروں میں بے حیائی پھیلانے کا ٹھیکہ لے رکھا ہے عوام پریشان ہیں۔ ملک بھر میں صرف کیبل کی اشتہار بازی کا غیر قانونی دھندہ جاری ہے مجرے، ڈانس فرمائشی گیت دکھائے سنائے جا رہے ہیں۔ پاکستانی معاشرہ یورپین اور ہندی تہذیب کو بڑی تیزی سے قبول کر رہا ہے۔ ہمارے ہاں شادی بیاہ کی تقریبات میں نکاح ایسے مقدس بندھن کے موقع پر غیر شرعی و غیر اخلاقی رسومات فیشن بن گئی ہیں۔ مہندی ایسی فضول رسمیں گھڑ لی گئی ہیں۔ شادی ہالز ہوں یا گھر ہر جگہ عام گھرانوں کے خاندان

کی چھوٹی بڑی سب عورتیں اور مرد انگلش اور انڈین طرز کے گانوں پر ڈانس کرتے نظر آتے ہیں۔ ہلہ گُلہ، ڈھول ڈھمکے، باجے گاجے اور ڈیک پر اونچی آواز میں پورے گلی محلوں میں ساری ساری رات بیہودہ قسم کے واہیات فلمی گانے چلانا معمول بن چکا ہے۔ دولت مند لوگ ان مواقع پر گانے بجانے والی گلوکارائیں (کنجریاں) بلاتے ہیں اور مجرے سنتے اور ان پر لاکھوں روپے نچھاور کرتے نظر آتے ہیں۔ اکثر اوقات جب کسی پارک یا گلی میں شادی کی تقریبات ہو رہی ہوتی ہیں تو قریبی مساجد میں نمازوں کے اوقات کی پرواہ بھی نہیں کی جاتی۔ ذرا سوچئے اور غور کیجیے ہم کہاں جا پہنچے ہیں؟ کیا ایسے اسلامی جمہوریہ پاکستان کے حصول کے لئے لاکھوں جانیں قربان کی تھیں۔ غیر محسوس انداز میں نوجوان نسل کو عریانی فحاشی کا دلدادہ بنایا جا رہا ہے۔ اللہ معاف کرے یہ کیسا لادین معاشرہ تشکیل پا رہا ہے؟ اسلام دشمنوں کو ہمیں بم مار کر ہلاک کرنے کی ضرورت ہی نہیں رہی۔ اسلام دشمن طاقتیں مسلم نوجوانوں سے روحِ محمد ﷺ نکال کر انھیں مغربی تہذیب کا رسیا بنانے میں مصروف ہیں۔ ایسے پروگرام پیش کرنے والے کسی قانون اور قاعدے کے پابند نہیں ہیں پیمرا قوانین کی صریحاً خلاف ورزی جاری ہے۔ حکومت ایسے عناصر کے سامنے بھیگی بلی بن کر خاموش تماشائی بنی بیٹھی ہے بدقسمتی سے ہماری دینی جماعتیں بھی اپنی اپنی دھن میں مگن اس برائی کے خلاف اپنا شدید ردعمل نہیں دکھا رہیں جس کے باعث ان کے حوصلے بلند ہو چکے ہیں حالانکہ بڑھتی ہوئی عریانی فحاشی کے اس معاشرتی ناسور کو ختم کرنے کے لئے بھی ایک ملک گیر ہڑتال، احتجاجی مظاہرہ یا دھرنا دیا سکتا ہے۔ پاکستانی عوام بے حیائی اور فحاشی پھیلانے والوں اور ان کی سرپرستی کرنے والوں کی شدید مذمت کرتے ہیں شیطان صفت عناصر اور ان کے سرپرست آسانی سے باز آنے والے نہیں سنجیدہ حلقوں کو بڑھتی ہوئی عریانی فحاشی کو روکنے کے لئے ایسا لائحۂ عمل اختیار کرنا ہوگا جس سے ہماری آئندہ نسلوں کے اخلاق محفوظ رہ سکیں۔ اور وہ مادر پدر آزاد مغربی تہذیب کے اسیر نہ بنیں بلکہ اسے اپنانے سے بچ جائیں۔

ؔ ناپاک جسے کہتی ہے مشرق کی شریعت
مغرب کے فقیہوں کا یہ فتویٰ ہے کہ ہے پاک

امارتِ اسلامیہ کی شہریّت

محمد رشید عمر

امارتِ اسلامیہ نے قرآن وسنّت کو افغانستان کا سپریم لا بنانے کا اعلان کیا ہے اس وجہ سے دوسرے ممالک افغانستان کی امارتِ اسلامیہ کو تسلیم نہیں کر رہے۔ اسلامی ممالک جن میں سرزمین حرمین شریفین کے حکمران اور پاک لوگوں کے رہنے کی جگہ والی مملکت یعنی پاکستان بھی شامل ہیں۔ اصل میں لوگ امارتِ اسلامیہ افغانستان کا نہیں بلکہ قرآن وسنّت کے نفاذ کا انکار کررہے ہیں۔ ایسے لوگوں کو حدیث رسول ﷺ کے ان الفاظِ مبارکہ پر غور کرنا چاہیے: مَنْ تَرَكَهُ مِنْ جَبَّارٍ قَصَمَهُ اللّٰهُ (ترمذی، عن علیؓ) ''جو کوئی جبر وتکبر سے اس (قرآن) کو چھوڑے گا اللہ تعالیٰ اس کو توڑ کے رکھ دے گا''۔ اہل پاکستان کو اس مقصد کے لیے حکومت کو اس بات پر راضی کرنے کے لیے ایک پرزور مطالباتی تحریک برپا کرنے کی ضرورت ہے۔ حکومت کے اس حوالے سے خدشات ہیں کہ اگر ہم ان کو تسلیم کریں گے تو ہم دنیا سے الگ تھلگ ہو جائیں گے، یورپی یونین سے ہمارے تعلقات کٹ جائیں گے، ہماری معیشت تباہ ہو جائے گی، ان سے کٹ کر ہم SURVIVE نہیں کر سکتے وغیرہ۔ یہ بہت بڑی بھول اور توہماتی بات ہے۔ یورپی اقوام اور امریکہ کے ساتھ یاری لگانے اور عالمی معاشی اداروں سے قرض لے کر اپنی معاشی حالت سنورانے والے ممالک کی زبوں حالی کی مثالیں تو موجود ہیں لیکن ان کے چنگل سے آزاد ہو کر اپنے بل بوتے پر چلنے والے ممالک کی بہتر حالت کی کوئی مثال موجود نہیں ہے۔ اٹل حقیقت یہ ہے کہ رزق کی تقسیم کا اختیار اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ ایک در بند سو در کھلا۔ تمام جہانوں کے خزانوں کا وہ اکیلا مالک ہے۔ اس کے قانون کو مان کر چلنے والے ہو جائیں تو نبی کریم ﷺ کی

پیشین گوئی کے مطابق زکوٰۃ دینے والے تو ہوں گے لینے والا نہیں ملے گا۔ امریکہ کی یاری اور عالمی معاشی اداروں کے جال سے بچ کر امارتِ اسلامیہ کی معیشت عنقریب ایسے معیار پر پہنچنے کی توقع ہے کہ لوگ ان سے تعاون کے خواہش مند ہوں گے۔

امارتِ اسلامیہ کو تسلیم کرنے کے حوالے سے ہم مسلمانانِ پاکستان کو ''اَوَّلَ کَافِرٍ بِہٖ'' کا مصداق نہیں ہونا چاہیے۔ ہم نے تو یہ ملک حاصل کیا ہی اس مقصد کے لیے تھا کہ اس میں قرآن وسنت کے مطابق زندگی گزاریں گے اور اسلام کا نظام اس میں نافذ کریں گے۔ یہ کام ہم تو نہ کر سکے افغانیوں نے کر کے دکھا دیا ہے۔ تو پھر اس کو تسلیم کرنے میں پس وپیش چہ معنی دارد۔

افغانستان میں حق آ چکا ہے اور باطل قوتیں وہاں سے نیست و نابود ہو چکیں ہیں۔ ہر بندۂ مومن کو امارتِ اسلامیہ کا شہری بن جانا چاہیے۔ اس شہریت کے حق کے حصول کے لیے ضروری نہیں کہ افغانستان جا کر وہاں بطور شہری رہنے کے لیے رجسٹریشن کی درخواست دی جائے اور شہریت حاصل کی جائے۔ فنون کے ماہرین اور ذہین لوگ ایسا کر سکیں تو ضرور کرنا چاہیے لیکن اس کے بغیر بھی ہر بندۂ مومن جہاں ہے اپنی زندگی قرآن وسنت کے تابع کر کے امارتِ اسلامیہ کا شہری بن سکتا ہے۔ یہ ہر مسلمان پر لازم ہے۔

حق و باطل کا آخری دنگل شروع ہو چکا ہے فتح و کامرانی صرف ان لوگوں کو ملے گی جو امارتِ اسلامیہ کی شہریت حاصل کر لیں گے۔ وہ قومیں اور لوگ ہرگز کامیاب نہیں ہو سکتے جنہوں نے قانون سازی کا اختیار اپنے ہاتھوں میں لیا ہوا ہے، معاشی فوائد سمیٹنے کے لیے اللہ اور رسول ﷺ کے ساتھ حالتِ جنگ میں ہیں اور اپنے جسم پر اپنی مرضی چلانے کے لیے سدوم اور عامورہ کی طرف بھاگے چلے جا رہے ہیں۔ تاریخ انسانی اس پر گواہ ہے کہ ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے پہلے بھی تباہ و برباد کیا ہے، اب بھی وہ اپنی قدرت کے اظہار سے عاجز نہیں ہے۔ عافیت اسی میں ہے کہ بلا کسی پس و پیش کے امارتِ اسلامیہ کو تسلیم کر لیا جائے یا اس کی شہریت حاصل کر لی جائے تاکہ اللہ تعالیٰ اپنی رٹ قائم کرنے سے پہلے جان لے مَنْ يَنْصُرُهٗ وَ رُسُلَهٗ بِالْغَيْبِ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ (الحدید:25)''...... کون مدد کرتا ہے اس کی اور اس کے رسولوں کی بن دیکھے بے شک اللہ زورآور اور زبردست ہے''۔

قسط نمبر 1

تربیتِ اولاد کے اسلامی اُصول

شیخ محمد بن جمیل زینو رحمۃ اللہ علیہ
ترجمہ: حافظ خالد حیات محمود
(بشکریہ ہفت روزہ الاعتصام لاہور، 13 اگست 2021ء)

لقمانِ حکیم کی اپنے بیٹے کو پند و نصیحت

سورۂ لقمان میں حق باری تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَ اِذْ قَالَ لُقْمٰنُ لِابْنِهٖ وَهُوَ يَعِظُهٗ يٰبُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ ۣاِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ ○ (لقمان:13)

''اور جب کہ لقمان نے وعظ کہتے ہوئے اپنے لڑکے سے کہا کہ میرے پیارے بچے! اللہ کے ساتھ شریک نہ کرنا بے شک شرک بڑا بھاری ظلم ہے''۔

اس کے بعد اللہ بزرگ و برتر نے لقمان حکیم کے الفاظ میں ان مفید و نفع بخش پند و نصائح کو یوں بیان فرمایا ہے:

1۔ يٰبُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ ۣاِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ ○ (لقمان:13)

''اے میرے بیٹے! اللہ کے ساتھ کسی کو شریک مت ٹھہراؤ، بے شک شرک بہت بڑا ظلم ہے''۔

یعنی اللہ تعالیٰ کی بندگی بجالانے میں کسی کو بھی اس کا ساتھی اور ساجھی بنانے سے بچو۔ اور اللہ کے سوا مردہ یا آنکھوں سے اوجھل و پوشیدہ لوگوں سے دعائیں کرنا، ان کو پکارنا اور ان سے فریاد کناں ہونا عبادت میں شرک کرنے کے زمرے میں آتا ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے: اَلدُّعَا هُوَ الْعِبَادَةُ

(سنن ترمذی، رقم ۲۹۶۹، وقال: حسن صحیح) یعنی دعا ہی عبادت ہے، فرما کر اسی حقیقت کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اور جب یہ آیت نازل ہوئی:

الَّذِینَ آمَنُوا وَلَمْ یَلْبِسُوا اِیْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ (الانعام:82)

''وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے اپنے ایمان کو ظلم کے ساتھ مخلوط نہیں کیا''۔

تو اس وقت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر اس آیت کا نزول نہایت شاق وگراں گذرا، چنانچہ انہوں نے رسول ﷺ کے سامنے پریشانی کا اظہار کرتے ہوئے کہا: اَیُّنَا لَا یَظْلِمُ نَفْسَهٗ؟ یعنی ہم میں سے کون ہے جو اپنے آپ پر ظلم نہ کرتا ہو! تو اس کے جواب میں رسولِ دو جہاں ﷺ نے فرمایا:

لَیْسَ ذَالِكَ اِنَّمَا هُوَ الشِّرْكُ، أَلَمْ تَسْمَعُوا مَا قَالَ لُقْمَانُ لِابْنِهٖ وَهُوَ یَعِظُهٗ یَا بُنَیَّ لَاتُشْرِكْ بِاللّٰهِ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ (صحیح بخاری، رقم: ۳۴۲۹، صحیح مسلم، رقم: ۱۲۴)

''یہ وہ عام ظلم نہیں ہے، بلکہ اس (آیت میں مذکور لفظِ ظلم) سے مراد تو صرف شرک ہی ہے، کیا تم نے لقمان کا وہ قول نہیں سنا جس میں وہ اپنے بیٹے کو مخاطب کر کے کہتے ہیں: اے میرے بیٹے! اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرانا، یقیناً شرک بہت بڑا ظلم ہے''۔

2۔ وَ وَصَّیْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَیْهِ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰی وَهْنٍ وَّ فِصٰلُهٗ فِیْ عَامَیْنِ اَنِ اشْكُرْ لِیْ وَ لِوَالِدَیْكَ اِلَیَّ الْمَصِیْرُ ○ (لقمان:14)

''ہم نے انسان کو اس کے ماں باپ کے متعلق نصیحت کی ہے، اس کی ماں نے دکھ پر دکھ اٹھا کر اسے حمل میں رکھا اور اس کی دودھ چھڑائی دو برس میں ہے کہ تو میری اور اپنے ماں باپ کی شکر گزاری کر، (تم سب کو) میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے''۔

دیکھئے تو ماں اپنے بچے کو کس قدر مشقت کے ساتھ اپنے پیٹ میں اُٹھائے رکھتی ہے، جب کہ باپ بچے کے تمام اخراجات برداشت کرنے کی ذمہ داری کو نبھانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کرتا۔ اس وجہ سے والدین کا اپنے بچے پر یہ حق ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی شکر گزاری کے ساتھ اپنے محسن والدین کے احسانات کا بھی شکر گذار رہو۔

3۔ وَاِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰٓی اَنْ تُشْرِكَ بِیْ مَا لَیْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِی الدُّنْیَا مَعْرُوْفًا وَّاتَّبِعْ سَبِیْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَیَّ ثُمَّ اِلَیَّ مَرْجِعُكُمْ

فَأُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَO (لقمان:15)

''اور اگر وہ دونوں تجھ پر اس بات کا دباؤ ڈالیں کہ تو میرے ساتھ شریک کرے جس کا تجھے علم نہ ہو تو تو ان کا کہنا نہ ماننا، ہاں دنیا میں ان کے ساتھ اچھی طرح بسر کرنا اور اس کی راہ چلنا جو میری طرف جھکا ہوا ہو، تمہارا سب کا لوٹنا میری ہی طرف ہے، تم جو کچھ کرتے ہو اس سے پھر میں تمہیں آگاہ کروں گا''۔

امام حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کریمہ کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

أَیْ: اِنْ حَرَصَا عَلَیْکَ کُلَّ الْحِرْصِ عَلَی أَنْ تُتَابِعَهُمَا عَلٰی دِینِهِمَا فَلَاتَقْبَلْ مِنْهُمَا ذَالِکَ، ولایمنعك ذَالِکَ مِنْ أَنْ تُصَاحِبَهُمَا فِی الدُّنْیَا مَعْرُوفًا، أَیْ مُحْسِنًا اِلَیْهِمَا، وَاتَّبِعْ سَبِیلَ مَنْ أَنَابَ اِلَیَّ یَعْنِی الْمُؤْمِنِینَ

''وہ تجھ کو اپنے دین کی اتباع پر مجبور کرنے کی غرض سے چاہے جس قدر بھی اصرار کریں، ان کی اس بات کو کسی بھی صورت میں قبول نہ کر اور یہ بات تجھ کو ان کے ساتھ دنیا میں اچھا برتا کرنے سے کسی طور بھی مانع نہیں ہونی چاہیے اور اہل ایمان کے طریقہ کی پیروی واتباع برابر کرتے رہو''۔

ہمارے خیال کے مطابق اس بات کی تائید تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مندرجہ ذیل فرمان سے بھی ہوتی ہے: لَا طَاعَةَ فِی مَعْصِیَةِ اللّٰهِ اِنَّمَا الطَّاعَةُ فِی الْمَعْرُوفِ (متفق علیہ) ''جس کام میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہو اس میں کسی شخص کی بھی اطاعت جائز نہیں ہے، کیونکہ اطاعت و فرمانبرداری تو صرف نیکی کے کاموں میں ہی ہونی چاہیئے''۔

4۔ یٰبُنَیَّ اِنَّهَآ اِنْ تَکُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ فَتَکُنْ فِیْ صَخْرَةٍ اَوْ فِی السَّمٰوٰتِ اَوْ فِی الْاَرْضِ یَاْتِ بِهَا اللّٰهُ اِنَّ اللّٰهَ لَطِیْفٌ خَبِیْرٌ O (لقمان:16)

''اے میرے بیٹے! بے شک کوئی چیز اگر رائی کے دانے کے وزن کی ہو، پس کسی چٹان میں ہو، یا آسمانوں میں، یا زمین میں تو اسے اللہ لے آئے گا، بلاشبہ اللہ بڑا باریک بین، پوری خبر رکھنے والا ہے''۔

ای: ان المظلمة او الخطیئة لو کانت مثقال حبة من خردل

''مختال'' سے مراد ہر وہ شخص ہے جو غرور، تکبر اور گھمنڈ میں مبتلا ہو اور ''فخور'' ایسے شخص کو کہتے ہیں جو اپنے آپ کو دوسروں پر بطورِ فخر فوقیت و فضیلت دیتا ہو''۔

10۔ وَ اقۡصِدۡ فِیۡ مَشۡیِکَ (لقمان:19)

''اور اپنی چال میں میانہ روی اختیار کر''۔

یعنی چلتے ہوئے میانہ اور اوسط درجہ کی ایسی رفتار اختیار کر جس میں قدم نہ تو آہستہ آہستہ، رک رک کر اٹھ رہے ہوں اور نہ ہی ان کے اٹھنے میں ضرورت سے زیادہ عجلت و تیزی کا مظاہرہ کیا جا رہا ہو، بلکہ اس میں حد درجہ توازن و اعتدال ہونا چاہیے۔

11۔ وَ اغۡضُضۡ مِنۡ صَوۡتِکَ (لقمان:19)

''اور اپنی آواز کو پست رکھ''۔

یعنی گفتگو کرتے وقت مبالغہ آرائی سے کام مت لے، اور بلاضرورت کڑک کڑک کر باتیں نہ کر۔

اس کردار کی برائی و قباحت کو بیان کرنے کے لئے حضرت لقمان نے مزید کہا:

اِنَّ اَنۡکَرَ الۡاَصۡوَاتِ لَصَوۡتُ الۡحَمِیۡرِ (لقمان:19)

''بے شک سب سے زیادہ ناپسندیدہ اور مکروہ آواز گدھے کی آواز ہے''۔

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر میں مذکورہ آیت کی تشریح کرتے ہوئے امام مجاہد کا یہ قول نقل کیا ہے:

اِنَّ أَقْبَحَ الْأَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيرِ، أَيْ: غَايَةُ مَنْ رَفَعَ صَوْتَهُ أَنَّهُ يُشَبَّهُ بِالْحَمِيرِ فِي عُلُوِّهِ وَرَفْعِهِ وَمَعَ هٰذَا هُوَ بَغِيضٌ اِلَى اللّٰهِ تَعَالَى۔ وَهَذَا التَّشْبِيهُ فِي هَذَا بِالْحَمِيرِ يَقْتَضِي تَحْرِيمَهُ وَذَمَّهُ غَايَةَ الذَّمّ

''بے شک سب سے بھدی اور بری آواز گدھوں کی آواز ہے، اور اپنی آواز کو بلاضرورت بلند کرنے والے شخص سے متعلق زیادہ سے زیادہ جو بات کہی جا سکتی ہے، وہ یہی ہے کہ اس کو آواز کے بلند اور اونچی کرنے کی وجہ سے گدھوں سے تشبیہ دے دی جائے اور اس کے ساتھ ساتھ ایسا شخص اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں نہایت مبغوض اور ناپسندیدہ انسان بھی ہے۔ گدھوں کے ساتھ ایسے شخص کو دی گئی تشبیہ کا تقاضا تو

اس مومن سے بہتر ہے جو لوگوں سے الگ تھلگ رہتا ہے اور ان کی جانب سے پہنچنے والے رنج والم پر صبر وتحمل کا مظاہرہ نہیں کرتا''۔

8۔ وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ (لقمان:18)

''لوگوں کے سامنے اپنے گال نہ پھلا''۔

آیت کے اس حصہ کی تفسیر کرتے ہوئے امام حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ

لَا تُعْرِضْ بِوَجْهِكَ عَنِ النَّاسِ إِذَا كَلَّمْتَهُمْ أَوْ كَلَّمُوكَ احْتِقَارًا مِنْكَ لَهُمْ وَاسْتِكْبَارًا عَلَيْهِمْ، وَلَكِنْ أَلِنْ جَانِبَكَ وَابْسُطْ وَجْهَكَ إِلَيْهِمْ

''ایسے وقت میں جب تم لوگوں کے ساتھ گفتگو کر رہے ہو یا وہ تمہارے ساتھ ہم کلام ہو رہے ہوں تو ان کو اپنے سے کم رُتبہ اور اپنے آپ کو ان سے اعلیٰ وارفع تصور کرتے ہوئے ان سے روگردانی مت کرنا، بلکہ ان کے لئے ہمیشہ اپنے دل میں نرم گوشہ اختیار کیے رکھنا اور ان کے ساتھ خندہ پیشانی وکشادہ روئی سے پیش آتے رہنا''۔

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: تَبَسُّمُكَ فِي وَجْهِ أَخِيكَ لَكَ صَدَقَةٌ (سنن ترمذی، رقم:۱۹۵۶)

''تیرا اپنے بھائی کے سامنے مسکرا دینا بھی تمہاری طرف سے صدقہ ہی ہے''۔

9۔ وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا (لقمان:18)

''اور زمین پر اِترا کر نہ چل''۔

یعنی اتراتے، ڈینگیں مارتے، شیخیاں بگھارتے اور غرور وسرکشی کے عالم میں حق وصداقت سے منہ پھیرتے ہوئے زمین پر مت چلنا، اس قسم کا طرزِ عمل اختیار کرنے سے تجھے باز رہنا چاہئے، کیونکہ اگر تم اس قسم کے رویہ سے باز نہیں آئے گا تو یہ تیرے لئے اللہ تعالیٰ کی ناپسندیدگی ونفرت کا باعث بن جائے گا۔ اس قسم کے طرزِ عمل میں پائی جانے والی برائیوں اور قباحتوں سے اپنے دامن کو بچائے رکھنے کی مزید تاکید کے لئے لقمان حکیم نے ساتھ ہی فرمایا:

إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ (لقمان:18)

''بے شک اللہ تعالیٰ کسی تکبر کرنے والے اور فخر کرنے والے کو کبھی پسند نہیں کرتا''۔

امام حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ اس آیت کے معانی کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

احضرها الله يوم القيامة حين يضع الموازين القسط وجازى علیها، ان خیرا فخیر و ان شرا فشر۔

''کوئی ظلم وزیادتی یا گناہ ولغزش، خواہ وہ رائی کے دانے کے برابر ہی کیوں نہ ہو، اللہ تعالیٰ قیامت کے روز جس وقت عدل وانصاف کے ترازو قائم کرے گا، اس کو حاضر کرے گا، پھر قوانین عدل کے عین مطابق جزاوسزا کا اہتمام فرمائے گا''۔

5۔ يٰبُنَيَّ اَقِمِ الصَّلٰوةَ (لقمان:17)

''اے میرے بیٹے نماز قائم کر''۔

اقامت نماز سے مراد نماز کے ارکان وواجبات کو پورے خشوع وخضوع کے ساتھ ادا کرنا ہے۔

6۔ وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ (لقمان:17)

''اور نیکی کا حکم دے، اور برائی سے روک''۔

اس کا حکیمانہ انداز میں نہایت پیار اور نرمی کے ساتھ سرانجام دینا ضروری ہے۔

7۔ وَاصْبِرْ عَلٰى مَآ اَصَابَكَ (لقمان:17)

''اور جو مصیبت تجھے پہنچے، اس پر صبر کر''۔

لقمان حکیم نے اس وصیت سے پہلے اپنے بیٹے کو چونکہ نیکی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے کی ہدایت کی تھی اور اس کے ساتھ ساتھ وہ اس بات کا بھی بخوبی علم رکھتے تھے کہ جو شخص بھی نیکی کو پھیلانے کے لئے جدوجہد کرے گا، یا برائی کے خلاف برسرپیکار رہے گا اس کو مصائب وآلام سے ہر صورت میں نبرد آزما ہونا ہی پڑے گا، اس لئے انہوں نے موقع کی مناسبت سے پہلی وصیت کے ساتھ ہی صبر وتحمل سے کام لینے کی تلقین بھی فرمادی۔

نبی ﷺ کا بھی اس سلسلے میں ارشاد ہے:

اَلْمُؤْمِنُ الَّذِی یُخَالِطُ النَّاسَ وَیَصْبِرُ عَلَی أَذَاهُمْ، خیر مِنَ الْمُؤْمِنِ الَّذِی لَا یُخَالِطُ النَّاسَ وَلَا یَصْبِرُ عَلٰی أَذَاهُمْ (سنن ابن ماجہ، رقم:۴۰۳۲)

''وہ مومن جو لوگوں کے ساتھ مل جل کر رہتا ہے اور ان کی جانب سے پہنچنے والی تکالیف وپریشانیوں پر کبیدہ خاطر ہونے کی بجائے صبر وتحمل کا مظاہرہ کرتا ہے، وہ

بہرحال یہی ہے کہ بلاضرورت آواز کے بلند کرنے کوحرام اورانتہائی قابل مذمت طرزِعمل قرار دیا جائے''۔

اس کے علاوہ اس سلسلے میں، یعنی تمثیل بیان کرنے میں نبی کریم ﷺ کے ارشادات گرامی بھی نہایت واضح ہیں، مثلاً:

لَيُسَ لَنَا مَثَلُ السَّوُءِ، الَّذِی یَعُودُ فِی هِبَتِهٖ كَالكَلُبِ يَرُجِعُ فِی قَيئِهٖ (صحیح البخاری، رقم:۲۶۲۲)

''ہم مسلمان بری مثالوں کے مصداق نہیں ہیں، اپنے ہبہ کی طرف لوٹنے والا (کسی چیز کوعنایت کر کے پھراس کی واپسی میں دلچسپی لینے والا) بالکل اس کتے کی طرح ہے جواپنی قے کی طرف لوٹتا ہے (یعنی قے کرنے کے بعداس میں منہ مارتا ہے)''۔

اسی طرح فرمانِ نبوی ہے:

اِذَا سَمِعُتُمُ صِيَاحَ الدِّيكَةِ فَاسُأَلُوا اللّٰهَ مِنُ فَضُلِهٖ فَاِنَّهَا رَأَتُ مَلَكًا، وَاِذَا سَمِعُتُمُ نَهِيقَ الحِمَارِ فَتَعَوَّذُوا بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيُطَانِ فَاِنَّهٗ رَأٰی شَيُطَانًا (متفق علیہ)

''جب مرغ کی بانگ سنوتو اللہ سے اس کے فضل کا سوال کیا کرو کیونکہ اس نے فرشتے کودیکھاہے اور جب گدھے کی آواز سنوتو شیطان سے اللہ کی پناہ مانگو کیونکہ اس نے شیطان کودیکھاہے''۔

(نیز دیکھئے تفسیر ابن کثیر:۳/۶۶ ۴)

فائدہ ازمترجم:

امام مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے آیت کریمہ ﴿وَاغۡضُضۡ مِنۡ صَوۡتِكَ اِنَّ اَنۡكَرَ الۡاَصۡوَاتِ لَصَوۡتُ الۡحَمِيۡرِ﴾ کی تفسیر کے ضمن میں مذکورہ دونوں حدیثوں سے یہ استدلال کیاہے کہ اگر شریعت اسلامیہ میں کسی فعل، حرکت یا طرزِعمل کوکسی قبیح اور بری چیز کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہو، یا اس کی تصویرکشی اس طرح کی جائے کہ وہ کسی برے اورمکروہ قسم کے منظرکی عکاسی پیش کر رہی ہوتو اس سے اس فعل، حرکت یا طرزعمل کے حرام یا قابل مذمت ہونے کا پتہ چلتا ہے۔

مذکورہ آیات سے چند اہم مسائل کا استنباط

1۔ باپ کو چاہیے کہ وہ ہمیشہ اپنے بیٹے کو ایسی نصیحتوں سے نوازتا رہے جو اُس کے لئے دنیا و آخرت میں نفع بخش، سودمند اور کارآمد ثابت ہوسکتی ہوں۔

2۔ نصیحت کی ابتدا توحید پر قائم رہنے کی تلقین اور شرک سے بچنے کی تنبیہ سے ہونی چاہیے کیونکہ اللہ کے ساتھ شرک اتنا بڑا ظلم ہے کہ وہ تمام اعمال کو غارت کر کے رکھ دیتا ہے۔

3۔ اللہ رب العزت کی عطا کی ہوئی نعمتوں پر جس طرح اس کا شکرادا کرنا ضروری ہے اسی طرح والدین کے احسانات اور ان کی جانب سے ملنے والے پیار و محبت کے مقابلے میں اظہارِ تشکر کے طور پر ان کے ساتھ حسنِ سلوک سے پیش آنا اور ان سے خوشگوار تعلقات کو قائم و دائم رکھنا بھی ضروری ہے۔

4۔ لیکن یہ بات بھی ذہن نشین رہنی چاہیے کہ سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد گرامی کی روشنی میں والدین کی اطاعت وفرمانبرداری اس کام میں واجب ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا احتمال نہ ہو۔

5۔ توحید پرست اہل ایمان کے طریقہ کی پیروی ضروری ہے، جب کہ بدعتیوں کے آثار اور ان کے طور طریقوں کی اتباع ناجائز و حرام ہے۔

6۔ پوشیدہ اور ظاہر، ہر حالت میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا چاہیے۔ نیکی چاہے کتنی ہی معمولی کیوں نہ ہو، اسے کسی صورت میں بھی ہلکا خیال کر کے چھوڑنا نہیں چاہیے۔ اسی طرح کسی برائی کو چھوٹی برائی تصور کر کے اس کے اجتناب سے کوتاہی ہرگز نہیں برتنی چاہیے۔

7۔ نماز کو مکمل یکسوئی کے ساتھ اس کے جملہ ارکان و واجبات سمیت ادا کرنا چاہیے۔

8۔ دوسروں کو نیکی کی دعوت دینے اور انہیں برائی سے باز رکھنے کی کوشش نہایت ضروری ہے۔ اس کام کو جس قدر علمی روشنی کی مدد سے اور لطف و پیار سے انجام دیا جائے گا، اتنا ہی بہتر ہوگا۔ اس مسئلہ کی اہمیت کو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

مَنْ رَأَى مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهِ فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهِ فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهِ وَذَالِكَ أَضْعَفُ الْإِيمَانِ (صحیح مسلم، رقم:۴۹)

''تم میں سے جو شخص کوئی بات خلافِ شرع دیکھے، تو اسے اپنے ہاتھ سے روک دے، اگر اس کی طاقت نہ ہو تو اپنی زبان سے روکے، اور اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو اس کو دل سے برا جانے، اور یہ ایمان کا سب سے معمولی درجہ ہے''۔

9۔ نیکی کا پرچار کرنے اور برائی سے دوسروں کو باز رکھنے والے شخص کو اپنے اس راستے میں جس قدر بھی نامساعد حالات اور مشکلات کا سامنا کرنا پڑے اسے صبر کرنا چاہیے، اور یہ بات یقیناً عزیمت کے کاموں میں سے ہے۔

10۔ چال ڈھال میں تکبر، فخر اور غرور کے انداز اختیار کرنا حرام ہے۔

11۔ رفتار میں اعتدال ومیانہ روی کا پایا جانا ضروری ہے، کیونکہ اسلامی نقطۂ نگاہ سے رفتار نہ تو بہت زیادہ تیز ہونی چاہیے اور نہ ہی اسے حد درجہ سست روی کی وجہ سے مریل بنا دینا چاہیے۔

12۔ ضرورت سے زیادہ آواز کو بلند کرنے کی سختی سے ممانعت کی گئی ہے کیونکہ ایسا طرزِ عمل انسانوں کی عادات سے ملنے کے بجائے گدھوں کی عادات سے زیادہ مشابہت رکھتا ہے۔

(جاری ہے)

بقیہ از یادِ فاروقی

اور اس کی تیاریاں کرنے کی تلقین کرتے رہتے۔

49۔ جب (غالباً 1992ء میں) انہوں نے کل وقتی طور پر کام شروع کیا تو ملتان میں ناظم حلقہ جنوبی پنجاب کے طور پر تقرر ہوا۔ ایک کمرہ تھا جس میں ان کی میز کرسی تھی اور یہی کمرہ دن میں آفس تھا اور رات کو اسی میں سوتے تھے۔ حلقہ بہت وسیع تھا مگر وسائل کم تھے۔ آپ نے بھرپور کام کیا۔ اس وقت سڑکیں نہایت خراب تھیں۔ زیادہ سفر نے طبیعت پر برا اثر ڈالا مگر آپ نے یہ ذمہ داری 1998ء تک جھنگ منتقل ہونے تک نبھائی۔

50۔ گھر میں شروع سے ہی بہنوں اور بھائیوں سے ذمہ داریوں کے فرق کے ساتھ برابر کا سلوک ہوتا تھا اور زندگی کے آخری سال میں جائیداد کی تقسیم پر بیٹوں اور بیٹیوں کو برابر حصہ دیا۔

(باقی آئندہ)

نسلی بھکاری

ڈاکٹر محمد عارف احسان
فیصل آباد

ربّ تبارک وتعالیٰ نے انس وجاں کو فقط اپنی اطاعت وعبادت کے لیے تخلیق کیا ہے۔ ان کی پیدائش کا عبادتِ الٰہی کے سوا اور کوئی مقصد نہیں۔ اللہ رب العالمین کی عبادت کا شوق، اس کی لذت اور اس کا تمام وکمال تب ہی ممکن ہے جب انسان مولیٰ کریم کی بے نقص و بے داغ ذات کو پہچان لے اور اس کی محبت کا بلاکم وکاست قیدی بن جائے۔ جس شخص کا دل رحمٰن ورحیم کی معرفت ومحبت سے بے گانہ ہے اس کی عبادت محض ایک عادت ہے جو اس کی ذات کے ساتھ بغیر کسی تعلق وخیال کے نتھی ہے، شبہات ووساوس سے بھرپور، بے لطف اور عارضی عادت! ایسے شخص کا ایمان و یقین آزمائشوں کی جولاں گاہ، سود و زیاں کی تکرار اور دنیوی زیبائش کے گرداب میں مسلسل ہچکولے کھاتا رہتا ہے، اس کی صبح ومسا شکر وثبات اور طمانیت ودل جمعی سے محروم رہتی ہے اور ایسے کیوں نہ ہو؟ جو گداغفلت وعصیان سے اپنی پشت شاہی سواری کی طرف کرتا ہے، بادشاہ اس کے حجرے میں قیام نہیں کرتا۔ حضرت رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بَادِرُوا بِالْأَعْمَالِ فِتَنًا كَقِطَعِ اللَّيْلِ الْمُظْلِمِ، يُصْبِحُ الرَّجُلُ مُؤْمِنًا وَيُمْسِي كَافِرًا، أَوْ يُمْسِي مُؤْمِنًا وَيُصْبِحُ كَافِرًا، يَبِيعُ دِينَهُ بِعَرَضٍ مِنَ الدُّنْيَا (صحیح مسلم) یعنی نیکی و بھلائی کرنے میں عجلت کرو اس سے پہلے کہ تم ان فتنوں کی لپیٹ میں آ جاؤ جو اندھیری رات کے ٹکڑوں کی طرح ہوں گے۔ انسان (زمانے کی اس پرآشوب رفتار میں) صبح کے وقت مومن ہوگا

اور شام کے وقت کافر یا شام کے وقت مومن ہو گا اور صبح کے وقت کافر۔ وہ اپنے دین کو دنیا کی نعمتوں کے بدلے میں بیچ دے گا

عزت مآب! جان لیں کہ انسان بندہ کہلانے کا اس وقت ہی حق دار ہے جب وہ خالق جل شانہ کی خوشنودی کو ہر چیز پر مقدم جانے اور اپنی غرض کی بندگی و گرفتاری سے چھٹکارا پالے۔ انسانی مراتب کی انتہا مقامِ عبدیت ہے یعنی ولایت و غلامی کے درجات میں حضرت باری تعالیٰ کی عبادت سے برتر و بالا کوئی مقام نہیں۔ یہ ایسا اعلیٰ و ممتاز رتبہ ہے جس کے حصول کے بعد انسان ماسوا (ذات اقدس عزوجل کے سوا ہر شے) سے بے نیاز و مستغنی ہو جاتا ہے۔ وہ صرف اللہ سے محبت کرتا ہے، اس ہی سے ڈرتا ہے، اس ہی کی عبادت کرتا ہے، اس ہی پر توکل کرتا ہے اور اس ہی کی جستجو کرتا ہے۔ رفیع الدرجات سبحانہ وتعالیٰ یہ مقام انبیا و رسل علیہم السلام اور صالحین کو عطا کرتے ہیں۔ اس مقام کو آپ 'فنا فی اللہ' کہیں یا کچھ اور، فرق نہیں پڑتا۔ سچ یہ ہے کہ اسلام کی ابتدا و انتہا اور دین کا ظاہر و باطن یہی مقام ہے۔ ہادیٔ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مَنْ أَحَبَّ لِلّٰهِ، وَأَبْغَضَ لِلّٰهِ، وَأَعْطٰى لِلّٰهِ، وَمَنَعَ لِلّٰهِ فَقَدِ اسْتَكْمَلَ الْإِيمَانَ (سنن ابی داوٗد) یعنی جو شخص اللہ (کی رضا) کے لیے محبت کرتا ہے اور اس ہی کے لیے نفرت و عداوت کرتا ہے، اللہ کے لیے دیتا ہے اور اس ہی (کی خوشی) کے لیے دینے سے رک جاتا ہے، اس کا ایمان کامل ہے۔

جو شخص ذات باری تعالیٰ کو پہچان لیتا ہے وہ ضرور بالضرور اس کی محبت کا اسیر بن جاتا ہے۔ اس کی عبادت میں خلوص و یک سوئی اور اس کی دعاؤں پہ قبولیت کی دستک ہوتی ہے، اس کے دل سے دنیاوی اندیشوں اور رنج و غم کی شدت نکل جاتی ہے، اس کی زندگی سے کدورت و عناد اور شک و نفاق کے سیاہ بادل چھٹ جاتے ہیں، وہ پروردگار عالم کے دربار میں اپنی تمناؤں کے ہتھیار ڈال دیتا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضرت ابو بکر الصدیق رضی اللہ عنہ سے پوچھا جب وہ مرض الموت میں مبتلا تھے: ''آپ کو طبیب نے دیکھا ہے؟'' صدیق رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: ''دیکھا ہے۔'' صحابہ نے پوچھا: ''طبیب نے کیا کہا؟'' آپ بولے کہ طبیب (اللہ سبحانہ وتعالیٰ) کہتا ہے: ''إِنِّي فَعَّالٌ لِّمَا أُرِيدُ'' یعنی میں جو چاہتا ہوں، کرتا ہوں۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ قدس اللہ روحہ اپنے فتاویٰ (218:10) میں بیان کرتے ہیں کہ ابو یزید البسطامی رحمہ اللہ کہتے تھے: ''ارید ان لا ارید

الا ما یرید“ یعنی میری خواہش ہے کہ وہی آرزو کروں جو اللہ پسند کرتا ہے۔ ذوالجلال والاکرام کو پہچاننے والے اور اس سے محبت رکھنے والے کا ایمان و یقین جب تقرب کے کمال کو چھوتا ہے تو یہ دنیا ہی اس کے لیے جنت بن جاتی ہے۔ میرے عزیز! جو شخص دنیا کی اس جنت سے محروم رہا، وہ آخرت کی جنت کس طرح تلاش کرے گا؟

خیر العباد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا پاکیزہ اُسوہ دیکھیں۔ آپ اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم کو دو دن یا اس سے زیادہ افطار کے بغیر لگاتار روزہ رکھنے (وصال) سے روکتے تھے مگر آپ خود اس طرح روزہ رکھتے تھے اور آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے تھے: اِنِّیْ لَسْتُ کَھَیْئَتِکُمْ اِنِّیْ یُطْعِمُنِیْ رَبِّیْ وَ یَسْقِیْنِ یعنی میں تمہارے جیسا نہیں، میرا رب مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے (صحیح البخاری)۔ یہاں کھلانے اور پلانے سے مراد جسمانی خوراک نہیں، وہ تو روزے کو فاسد کر دیتی ہے۔ آپ کا اشارہ دراصل روحانی غذا کی طرف تھا، آپ مالک جل شانہ کے اس قدر قریب ہوتے تھے کہ بدنی بھوک پیاس کا احساس و ارادہ ختم ہو جاتا تھا۔

میرے بھائی! غور کریں حضرت نبی اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام رب تعالیٰ کی ذات اور اس کے حقوق کے سب سے زیادہ عارف تھے۔ آپ کی آنکھیں سوتی تھیں لیکن آپ کا دل حضرت واجب الوجود جل شانہ کے حضور بیدار رہتا تھا (صحیح البخاری)۔ جب دنیا پہ عیش و نشاط کا طلسم چار سو طاری ہوتا تھا تو حضرت نبی اللہ رب تعالیٰ کو تنہائی میں یاد کرتے تھے اور اس کی محبت و خشیت سے روتے تھے۔ جب دنیا کفر و شرک پہ آمادہ تھی تو حضرت نبی اللہ یقین کی بلندیوں کے ساتھ خالص رب تعالیٰ کی اطاعت کرتے تھے اور اس ہی کا کلمہ پڑھتے تھے۔ جب دنیا رات کے اندھیروں میں گرد و پیش کی وارداتوں سے لاعلم تھی تو حضرت نبی اللہ رب تعالیٰ کے کرم سے آسمانوں پر انبیا و رُسل علیہم السلام سے مل رہے تھے اور جنت و جہنم، سدرۃ المنتہیٰ اور البیت المعمور کا مشاہدہ کر رہے تھے۔ جب دنیا آپ کو تکلیف پہچانے کی خواہاں اور ایذا دینے کے درپے تھی تو حضرت نبی اللہ کا رب تعالیٰ پر توکل بے مثال تھا۔ آپ کے دل میں سکون اور جذبات میں ٹھہراؤ تھا۔ آپ اپنے یارِ غار رضی اللہ عنہ سے فرماتے تھے: ”لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا“ یعنی غم نہ کرو! اللہ ہمارے ساتھ ہے (سورۃ التوبہ:40)۔ امام الانبیاء والمرسلین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت و ریاضت سے کون برابری کر سکتا تھا جب آپ

واحد حقیقی تبارک وتعالیٰ کے اتنے نزدیک تھے۔ **اللھم صل علی محمد۔**

قرآن کریم بیان کرتا ہے: اَوَلَمۡ يَنۡظُرُوۡا فِىۡ مَلَكُوۡتِ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنۡ شَىۡءٍ وَّاَنۡ عَسٰٓى اَنۡ يَّكُوۡنَ قَدِ اقۡتَرَبَ اَجَلُهُمۡ (سورۃ الاعراف:185) یعنی کیا لوگ آسمانوں اور زمین کی سلطنت وحکمرانی پہ غور نہیں کرتے اور ان چیزوں پہ جن کو اللہ نے پیدا کیا ہے اور اس بات پہ کہ ممکن ہے ان کی موت عنقریب واقع ہونے والی ہو۔

جب میں تنہا ہوتا ہوں تو سوچتا ہوں کیا معلوم میری موت کا وقت بھی قریب ہو۔ عرش کے مالک جل شانہ کو ہر طرح کی تعریف وستائش سزاوار ہے جس نے مجھے اس دنیا میں اپنی نزدیکی کے جوہر وراز سے آشنا کیا۔ میں کفر وشرک اور نفاق وریا ہی کے عالم میں مرجاتا اگر فتاح وعلیم عزوجل میرے آلودہ دل پہ اپنی سخاوت وعنایت کی برکھا نہ برساتے۔ پھر جب قیامت کے روز حضرت تبارک وتعالیٰ اپنے بندوں کو پکاریں گے تو باذن اللہ میں اپنی قبر سے اس کی حمد وثنا اور پاکیزگی بیان کرتے ہوئے بیدار ہوں گا۔ میں حسرت واُداسی کے ساتھ سوچتا ہوں درمیانی دور یعنی عالم برزخ میں میری کیا کیفیت ہوگی؟ کیا وہاں بھی رب کریم میرے ساتھ ہوگا؟ کیا وہاں بھی میری زبان کو سبحان ربی الاعلیٰ کہنے کی توفیق ملے گی؟ کیا وہاں بھی خاک پہ میرے سجدوں کے نشان ہوں گے؟ کیا وہاں بھی مجھے سورۂ ہود اور سورۃ الواقعہ والا مصحف ملے گا؟ جس محبوب سے ملنے کی تڑپ نے مجھے جوانی ہی میں بوڑھا کر دیا، کیا برزخی زندگی میں بھی اس کے وصل کا دل ربا گلستان میرے روبرو ہوگا؟ میں سوچتا ہوں تو میرے سینے میں بے کلی سے ہوک اٹھتی ہے، میں پھر سوچتا ہوں، پھر سوچتا ہوں اور پھر۔۔۔!

ان لم امت یوم الوداع تاسفا لا تحسبونی فی المودۃ منصفا

(اگر میں جدائی کے دن غم وصدمہ سے مر نہ جاؤں تو مجھے دعوائے محبت میں انصاف کرنے والا نہ سمجھنا)

جب میں کم عمر تھا، میرے والدین رضی اللہ عنہما نے میری تربیت کی تھی اور مجھے بتایا تھا کہ اللہ ایک ہے اور اس ہی سے خیر وبھلائی کی التجا کرتے ہیں۔ کئی سال بیت گئے! آج جب میں حضرت جل شانہ کے در پہ تذلل وکم تری کے ساتھ اپنا ماتھا ٹیکتا ہوں اور صرف اس کو پکارتا ہوں تو مجھے احساس ہوتا ہے میں نیا نہیں، الحمدللہ نسلی بھکاری ہوں۔

خطبۂ نکاح ـــــ احکامِ ربانی

ع ۔ ت بنتِ فاروقی

’’خاندان‘‘ (FAMILY) معاشرے (COMMUNITY) کی اکائی ہے۔ اسلامی معاشرے میں خاندان کی بنیاد ’’نکاح‘‘ سے ڈلتی ہے۔ اسلامی ملک میں رہتے ہوئے بھی ہم آج اس مقام پر کھڑے ہیں کہ تعمیر خاندان کے اس بنیادی اور اصل جزو کو ’شادی بیاہ کے اَن گنت بکھیڑوں میں‘ ثانوی تو کیا، قدرے غیر اہم شمار کیا جاتا ہے جبکہ ’نکاح‘ ہی اصل ولازم ہے اور ولیمہ تو اس نکاح کی ہی خوشی میں دعوت کا نام ہے۔ یہی سلوک روا رکھا گیا خطبہ نکاح کے ساتھ کہ اسے بھی غیر اہم شمار کیا جاتا ہے۔ جب نئے خاندان کا آغاز کا ہو رہا ہے جو خوشی کا موقع ہے، دل کھلے پڑ رہے ہیں، دلہا ہے اس کا خاندان ہے، دلہن ہے اس کے گھر والے ہیں تو اس اہم موقع پر نکاح سے پہلے ایک مسنون خطبہ پڑھا جاتا ہے جس میں آنحضور ﷺ کیا تذکیر فرما رہے ہیں؟ درج ذیل سطور میں اس پر کچھ غور کرتے ہیں۔ اس خطبہ میں اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا اور رسول اللہ ﷺ پر درود وسلام کے بعد قرآن مجید کی تین مقام سے درج ذیل آیتیں پڑھی جاتی ہیں:

(1) يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ O
(آل عمران:102)

’’اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے اور تم کو موت نہ آئے مگر اس حال میں کہ تم مسلمان ہو‘‘ (یعنی مرتے دم تک اللہ کی فرمانبرداری پر قائم رہو)

(2) یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوۡا رَبَّکُمُ الَّذِیۡ خَلَقَکُمۡ مِّنۡ نَّفۡسٍ وَّاحِدَۃٍ وَّ خَلَقَ مِنۡهَا زَوۡجَهَا وَ بَثَّ مِنۡهُمَا رِجَالًا کَثِیۡرًا وَّ نِسَآءً ۚ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیۡ تَسَآءَلُوۡنَ بِهٖ وَ الۡاَرۡحَامَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ کَانَ عَلَیۡکُمۡ رَقِیۡبًا O (النساء:01)

''اے انسانو! اپنے پروردگار سے ڈرو جس نے تم کو ایک شخص سے پیدا کیا (یعنی اوّل) اس سے اس کا جوڑا بنایا پھر ان دونوں سے کثرت سے مرد وعورت (پیدا کر کے روئے زمین پر) پھیلا دیے اور اس اللہ سے، جس کا تم آپس میں واسطہ دیتے ہو، ڈرو اور رحمی رشتوں (کی عدم پاسداری) سے (بچو) کچھ شک نہیں کہ اللہ تمہاری نگرانی کر رہا ہے۔''

(3) یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ قُوۡلُوۡا قَوۡلًا سَدِیۡدًا O یُّصۡلِحۡ لَکُمۡ اَعۡمَالَکُمۡ وَ یَغۡفِرۡ لَکُمۡ ذُنُوۡبَکُمۡ ؕ وَ مَنۡ یُّطِعِ اللّٰهَ وَ رَسُوۡلَهٗ فَقَدۡ فَازَ فَوۡزًا عَظِیۡمًا O (الاحزاب:70-71)

''اے ایمان والو! اللہ سے ڈرا کرو اور بات سیدھی کہا کرو، وہ تمہارے اعمال درست کر دے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرے گا تو بے شک بڑی مراد پائے گا''۔

ان آیات سے 4 بنیادی احکام دیے جا رہے ہیں، جن کا نئے جوڑے کو بھی، مردوں کو بھی، خواتین کو بھی، سسرال والوں کو بھی، میکے والوں کو بھی خیال رکھنا ہے۔ ہماری خواتین خطبہ نکاح کو سمجھیں گی تو معلوم ہوگا کہ نئی زندگی کے آغاز میں جو یہ آیاتِ مبارکہ تلاوت کی جاتی ہیں ان میں اللہ تعالیٰ کیا GUIDE LINE دے رہے ہیں۔ وہ چار بنیادی احکام یہ ہیں:

❶ تقویٰ ❷ مساوات ❸ حفاظتِ زبان ❹ اطاعتِ رب واطاعت رسول

تقویٰ: خطبہ نکاح میں بار بار 'اللہ کے تقویٰ' کی تلقین کی گئی ہے اتَّقُوۡا رَبَّکُمۡ، وَاتَّقُوا اللّٰهَ، اتَّقُوا اللّٰهَ اپنے رب کا تقویٰ اختیار کرو۔ اللہ سے ڈرو۔ پرہیزگاری اختیار کرو۔ حلال حرام کی پابندیوں کا دھیان رہے۔ ''جیسے چاہو جیو'' نہیں، بلکہ رب کی رضا اور ناراضی کا دھیان رکھنا ہوگا۔ تبھی یہ بیل منڈھے چڑھے گی۔ تبھی گھر جڑا رہے گا ورنہ نہیں۔

مساوات: تخلیق آدم اور نسل انسانی کے پھیلاؤ کا ذکر جہاں خاندان کی تشکیل میں چھپے مقصد کو عیاں کرتا ہے وہیں درسِ مساوات بھی دیتا ہے۔ کہیں لڑکی کے دل میں اپنی کسی خوبی (ذات، حسن، دولت، تعلیم، دین) پر بڑائی ہوتی ہے اور آگے جا کر گزارہ مشکل ہو جاتا ہے اور کبھی لڑکے والے مغرور ہوتے ہیں کہ بیاہ کر تو لے جا رہے ہیں ہمارے برابر کی نہیں۔ لیکن ہمارا دین ہمیں یہ سبق دے رہا ہے کہ سبھی آدم کی اولاد ہو، سبھی انسان ہو، سبھی برابر ہو۔ سبھی کا آغاز بھی ایک، انجام بھی یکساں۔ یہ سوچ لے کر آگے بڑھو گے تو گھر بسے گا اور خوشگوار ماحول بنے گا، ورنہ نہیں۔

حفاظت زبان: ''بولو تو سیدھی بات'' کی ہدایت دے کر دریا کو کوزے میں بند کر دیا گیا۔ زبان اور زبان دانی کے تمام عیوب کی نشاندہی کیے بغیر ہی ''قولِ سدید'' کی شرط لگا دی۔ شوہر بھی، بیوی بھی، رشتہ دار بھی ___ حقائق کو مروڑو نہیں، معاملات کو ٹیڑھا نہ کرو۔ یہ نکاح کے موقع پر یاد دہانی کرائی جاتی ہے کہ زبان کی حفاظت، اور اس کا درست استعمال ہوگا تبھی گھر میں محبت ومودت کی کیفیت بنے گی۔

اطاعت ربّ اور اطاعت رسول: اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مکمل اطاعت ہوگی سارے معاملات میں۔ خلوت میں، جلوت میں، عبادات میں، معاملات میں، والدین کے ساتھ سلوک میں بھی اور بچوں کی تربیت میں بھی، یہی اطاعت مقدم رہے گی۔ خطبہ نکاح میں ہی یہ کلمات بھی کہے جاتے ہیں: مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ رَشَدَ وَمَنْ يَّعْصِهِمَا فَلَا يَضُرُّ اِلَّا نَفْسَهٗ یعنی جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا وہ ہدایت پائے گا اور جو شخص ان کی نافرمانی کرے گا وہ اپنا ہی نقصان کرے گا۔

ان احکام کی ہم خود بھی یاد دہانی کر لیں اور شادی کی جملہ تیاریوں میں ان احکام کی بجا آوری کی تیاری کو بھی شامل کر لیں۔ یہ احکام دنیا و آخرت دونوں کی کامیابی کے لیے نسخہ کیمیا ہیں۔ ان ہدایات کو ذہن نشین کر کے جو خاندان وجود میں آئے گا اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی رحمت سے وہ دنیا اور آخرت کی کامیابیاں سمیٹے گا، اپنے والدین کے لیے بھی آنکھوں کی ٹھنڈک بنے گا اور اپنی نیک اولاد کے لیے بھی امام وپیشوا کا درجہ حاصل کرے گا۔

یادِ فاروقیؒ

بانی مدیر انجینئر مختار فاروقی مرحوم و مغفور کی یاد میں ایک بھرپور خصوصی شمارہ کی اشاعت (نومبر 2021ء) کے بعد بھی کچھ حضرات ان سے متعلق اپنی تحریریں ارسال کررہے ہیں۔ادارہ نے مرحوم کی یادوں سے متعلق تحریروں کے لیے چند صفحات مقرر کیے ہیں جن میں وقفہ وقفہ سے ان کو شائع کیا جائے گا۔ اِن شاءاللہ

1
ڈاکٹر عبدالسمیع
صدر انجمن خدام القرآن فیصل آباد

اپریل 1974ء سے راقم نے ڈاکٹر اسرار احمدؒ صاحب کے دروس میں شرکت شروع کی۔اس وقت جناب مختار حسین فاروقی، محترم ڈاکٹر صاحب کے دست راست دکھائی دیتے تھے۔ قرآن کانفرنس کے موقع پر ڈاکٹر صاحب ٹاؤن ہال لاہور تشریف لائے۔ان کے ہاتھ میں بریف کیس تھا میں نے آگے بڑھ کر بریف کیس پکڑنا چاہا لیکن موصوف نے مجھے نہ پکڑایا لیکن فاروقی صاحب کو پکڑا دیا۔راقم کو فاروقی صاحب پر رشک آیا۔اس وقت موصوف مرحوم کے لاہور میں کئی ہفتہ وار درس ہوا کرتے تھے۔راقم نے ان سے درخواست کی کہ ہمارے ہاسٹل میں بھی درس قرآن کا آغاز فرمائیں لیکن انھوں نے مجھے خود درس دینے کا مشورہ دیا جس کی ہمت میں نہیں پاتا تھا۔ محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب سے میں نے عرض کی کہ ہمارے کالج میں اسلامی جمعیت طلبہ یا تبلیغی جماعت کی کوئی سرگرمی نہیں ہے۔ میں چاہتا ہوں ہوسٹل میں درسِ قرآن شروع کیا جائے ڈاکٹر صاحب نے بے ساختہ فرمایا مختار کو لے جاؤ۔ طے ہوا کہ ڈاکٹر صاحب کے مرتب کردہ منتخب

نصاب کے درس کا سلسلہ شروع کیا جائے۔ مرحوم نے سورۃ العصر کا درس دیا، بھرپور حاضری ہوئی ایک دوست نے شرکاء کو چائے پلائی لیکن اگلے ہی ہفتے فاروقی صاحب میری عدمِ موجودگی میں تشریف لائے اور میرے لیے پیغام چھوڑ کر چلے گئے ''میں آج نہیں آسکوں گا''۔ موبائل فون ابھی نہیں آیا تھا لہٰذا میں حضرت سے رابطہ نہ کر سکا۔ کوئی اور مدرس بھی نہ ملا تو مجبوراً راقم کو مسند درس پر براجمان ہونا پڑا یوں فاروقی صاحب نے مجھے مدرس بھی بنا کر چھوڑا فجزاہ اللہ احسن الجزاء۔

BDS کا امتحان پاس کرنے کے بعد پبلک سروس کمیشن کی جانب سے ڈینٹل سرجن کی پوسٹ کے لیے اشتہار جاری کیا گیا تو میں نے بھی اس پوسٹ کے لیے APPLY کرنا چاہا اس کی درخواست کی ضروریات میں ایک یہ تھا کہ دو WELL KNWON لوگوں کی جانب سے کریکٹر سرٹیفکیٹ چاہیے تھا تو میں نے محترم ڈاکٹر اسرار صاحب سے عرض کی تو انہوں نے کہا کہ ہم کوئی WELL KNWON آدمی تو نہیں ہے پھر انہوں نے اپنے پیڈ کے کاغذوں پر دستخط کر کے مختار حسین فاروقی صاحب کو کہا کہ سمیع کو سرٹیفکیٹ جاری کر دو میں اگلے روز فاروقی صاحب کے پاس گیا تو انہوں نے مجھے اپنے دستخط اور ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کے دستخط کے ساتھ دو کریکٹر سرٹیفکیٹ جاری کر دیے جو آج بھی میرے لیے ایک یادگار کی حیثیت رکھتے ہیں۔ گزشتہ دو برسوں سے راقم یہ دیکھ رہا تھا کہ دوران گفتگو اور تنظیم اسلامی کی مرکزی عاملہ میں علامہ اقبال کا فارسی کلام پڑھاتے ہوئے فاروقی صاحب پر رقت طاری ہو جایا کرتی تھی جس پر میری چھٹی حس کہتی تھی کہ موصوف ہمیں چھوڑنے والے ہیں۔ اللہ رب العزت مرحوم کی دینی خدمات کو شرفِ قبولیت عطا فرمائے اور ان کی کوتاہیوں اور غلطیوں سے درگزر فرماتے ہوئے بخشش اور جنت میں داخلے کا فرمان جاری فرمائے۔ آمین

2 حکیم مولوی محمد اظہر تارڈ
بھلیر، تحصیل سانگہ ہل

یادوں کے جھروکے۔ ''وقت کی پابندی''

سلام مسنون، ادعیہ وافیہ کافیہ شافیہ کے بعد عرض ہے کہ میرے ایک دیرینہ دوست ہیں ڈاکٹر حیات محمد صاحب۔ میرے پاس اُن کا اکثر آنا جانا رہتا ہے، آج جب وہ آئے تو سختی سے

مجھے کہا کہ زندگی پر کیا بھروسہ ہے کہ لالہ زار کالونی جھنگ کی قرآن اکیڈمی دیکھنے کے لائق ہے، وہاں دین کا بڑا کام ہو رہا ہے یہ سن 2007ء کی بات ہے۔ میں نے وعدہ کرلیا کہ کسی وقت جائیں گے۔ بس پھر ایک دن اچانک وہ 'انجینئر مختار فاروقی صاحب' کو ساتھ لے کر آ ہی گئے۔ بندہ ان کی زیارت سے شاد کام ہوا۔ کشادہ پیشانی، ہنس مکھ، شیریں کلام، اللہ اللہ چند لمحات صحبت میں وہ اتنا اثر چھوڑ گئے کہ میں ان کا کام دیکھنے کے لیے بے تاب ہوگیا۔ چند دنوں بعد ڈاکٹر حیات محمد صاحب کو لے کر جھنگ پہنچ گیا۔ اُن کا انتظام وانصرام اعلیٰ ذوق وشوق دیکھ کر دل باغ باغ ہوگیا۔ خاطر خاطر گل گل شگفت۔ خوبصورت ہال، مسجد، لائبریری دیکھ کر مزید خوشی ہوئی۔ اتنا متاثر ہوا کہ اپنے دو افراد شیخ محمد اسحاق ولد ابراہیم صاحب اور صوفی غلام مصطفیٰ ولد برکت علی کو ان کے چودھویں کورس (جولائی 2007ء) میں داخل کروا دیا۔ انھوں نے کورس پاس کرلیا اور اسناد حاصل کرلیں اور وہ جب اپنے گھروں کو لوٹے تو پھولے نہ سماتے، خوش بہت خوش تھے اور انھوں نے خاص طور پر بیان کیا کہ ''وقت کی پابندی'' جو ہم نے وہاں دیکھی کہیں نہ دیکھی۔ اعلیٰ کھانے، عمدہ رہائش، معلومات افزا کورس، ٹھیک ٹھیک پابندی وقت کا مرہونِ منّت تھا۔ اللہ اللہ۔ ادھر ڈاکٹر حیات محمد نے بھی اس بات کی تصدیق وتوثیق اس طرح کی کہ میں نے بھی فاروقی صاحب کو وقت کا پابند سخت پایا ہے۔ میں نے ایک سال انجینئر مختار فاروقی صاحب کے لیکچرز سننے کا انتظام کیا۔ ایک کھلی جگہ میں ٹینٹ لگایا جاتا، لوگوں کو دعوت دی جاتی، ہر ماہ یہ محفل گرم ہوتی کافی لوگ آتے اور مواعظ حسنہ سے مستفید ہوتے۔ صبح نو بجے سے لے کر ایک بجے تک فاروقی صاحب لیکچرز دیتے، کبھی ناغہ نہ کیا، فی سبیل اللہ۔ نہ طمع، نہ لالچ۔ ٹھیک وقت پر پہنچتے، وقت کے سخت پابند تھے۔ وقت کی پابندی فاروقی صاحب کی گھٹی میں رچی بسی تھی۔ اللہ اللہ۔ صدیوں بعد ایسا انسان پیدا ہوتا ہے۔

ماہ ہا باید کہ تا یک پنبہ دانہ ز آب و خاک ── شاہدے را حلہ گردد یا شہیدے را کفن
سالہا باید کہ تا یک سنگِ اصلی ز آفتاب ── لعل گردد در بدخشاں یا عقیق اندر یمن
عمر ہا باید کہ تا یک کودکے از روئے طبع ── عالمے گردد نکو یا شاعرِ شیریں سخن
قرنہا باید کہ تا یک مرد حق پیدا شود ── بوسعید اندر خراسان یا اویس اندر قرن

فاروقی صاحب مرحوم سے متاثر ہو کر ڈاکٹر حیات محمد نے ایک کنال جگہ خرید کر تنظیم

اسلامی کے نام وقف کروائی ہوئی ہے۔ ڈاکٹر صاحب فرماتے ہیں کہ اس کی عمارت کا نقشہ فاروقی صاحب مرحوم نے اپنے ہاتھوں سے بنایا تھا اور فرمایا تھا کہ جب کام شروع ہو گا بندہ خود آ کر نگرانی کیا کرے گا۔ راقم بندہ ضعیف حکیم مولوی محمد اظہر تارڑ ساکن بھلیر چک 119، تحصیل سانگلہ ضلع ننکانہ، بریلوی مکتب فکر کا ہے اور یہ بات بلا لومۃ لائم کہتا ہے کہ انجینئر مختار فاروقی صاحب کا ماہوار رسالہ حکمت بالغہ بندہ نے جاری کروا رکھا ہے اور بھی بہت رسالے آتے ہیں مگر کسی رسالہ میں ’صہیونیت‘ کے متعلق اتنی صاف ستھری اور وضاحت سے بھرپور معلومات نہیں پائی جاتیں، جو لائق صد تحسین ہے۔ یہ تحریریں ان کی ہمیشہ یاد رہیں گی۔ فاروقی صاحب، مصلی مجلی و محلی ہو کر دنیا سے رُخصت ہوئے۔ دیکھنے کو ہر انسان برابر مگر صفات جداگانہ۔ فاروقی صاحب ہمت و حوصلہ میں پہاڑ تھے۔

پروانہ بھی ایک پتنگا، جگنو بھی ایک پتنگا
وہ روشنی کا طالب یہ روشنی سراپا

[فارسی اشعار کا اُردو ترجمہ (من جانب ادارہ):۔(۱) کئی مہینے لگ جاتے ہیں اِس میں کہ روئی کا ایک دانہ آب و خاک میں رُل کر کسی محبوب کا خوبصورت لباس یا کسی شہید کا کفن بنتا ہے۔(۲) کئی سال لگ جاتے اس میں کہ ایک پتھر سورج کی ضیا پاشی سے لعلِ بدخشاں یا عقیق یمن بنتا ہے۔(۳) زندگی کا ایک طویل حصہ بسر کرنے کے بعد ایک طفلِ روشن طبع کہیں اچھا عالمِ دین یا شاعرِ شیریں سخن بنتا ہے۔(۴) اور کئی صدیاں گزر جاتی ہیں تب جا کر ایک مردِ حق پیدا ہوتا جیسے ابوسعید خراسان میں اور اویس قرن میں]۔

3 عبداللہ ابراہیم بن مختار حسین فاروقی
جھنگ (قسط نمبر 2)

آؤ ملتے ہیں اب تسلی سے، زندگی درمیان تھی پہلے

31۔ والد محترم نعتیہ شاعری میں سرائیکی نعتیہ شاعری کو بہت پسند کرتے تھے۔ انہوں نے بتایا کہ اُردو اور دوسری نعتیہ شاعری میں محبت کا اظہار کرنے والا مرد ظاہر کیا جاتا ہے اور پھر محبت کا اظہار کیا جاتا ہے جبکہ سرائیکی نعتیہ شاعری میں محبت کا اظہار کرنے کے لئے مؤنث صیغہ استعمال کیا گیا ہے اور بطور مؤنث رہتے ہوئے اور حضور کے لئے مذکر استعمال کرتے ہوئے محبت کا اظہار کیا

گیا ہے جو کہ ادب کا زیادہ بلند درجہ ہے۔

32۔ 2016ء میں جب ہم قرآن اکیڈمی جھنگ کے پاس گھر بنا کر منتقل ہوئے تو جگہ سستی ہونے کی وجہ سے پچھلے گھر سے کچھ وسیع تھی۔ ہم بھائیوں نے مشورہ کیا کہ ایک چھوٹا سوئمنگ پول گھر کے شروع کے لان میں بنایا جائے۔ والد صاحب کو پتا چلا تو انہوں نے اسے نہایت غیر ضروری قرار دیا اور کہا کہ وہ ایسے گھر میں نہیں رہیں گے جس میں سوئمنگ پول ہو۔ لہٰذا ارادہ ترک کر دیا گیا۔

33۔ والد صاحب اپنے ذاتی کام خود کرتے تھے اور حتی الامکان کسی کا احسان نہیں لیتے تھے۔ دفتر کے اوقات میں اکیڈمی آتے جاتے ہوئے ہمیشہ ان کے پاس بیگ ہوتا تھا اور وہ خود اسے اٹھاتے تھے اگر کوئی دوسرا اسے اٹھانے کی کوشش کرتا تو منع کر دیتے۔ باقی تمام معاملات میں بھی یہی اصول تھا۔

34۔ والد محترم کثیر اللسان تھے۔ مادری زبان پنجابی تھی اور اس کے علاوہ اردو اور انگریزی تعلیم کے دوران پڑھی۔ عربی اور فارسی دینی اور اسلام کے علمی ورثہ کے لئے سیکھی اور یونیورسٹی کے قیام کے دوران جرمن زبان سیکھی پھر بعد میں عبرانی زبان سیکھی۔ اس طرح وہ 7 زبانوں کے جاننے والے تھے۔

35۔ گھر میں بالکل سادگی کا ماحول تھا اور کرسیاں اور چارپائی کا استعمال تھا۔ مگر یہ معیار ہم بیٹے قائم نہیں رکھ سکے اور اب گھر میں صوفہ اور ڈبل بیڈ وغیرہ وجود ہیں۔ تاہم والد صاحب نے اپنے پورشن میں یہ معیار آخری دم تک قائم رکھا اور اپنے 40-30 سال پرانے فرنیچر اور سامان کے ساتھ ہی اپنے اصولوں پر عمر گزاری۔

36۔ طالبان کے گذشتہ دور حکومت میں تنظیم اسلامی کے وفد کے ساتھ انہوں نے افغانستان کا دورہ کیا تھا اور وہ ان کی سادگی، شریعت کے نفاذ اور خلوص سے کافی متاثر تھے اور ڈاکٹر اسرار صاحب کی بات کہ ''طالبان نے افغانستان میں اسلامی حکومت کے قیام کی کم از کم شرائط کو پورا کر دیا ہے'' کے قائل تھے۔ ایٹمی سائنسدان ڈاکٹر بشیر الدین محمود کے سرکردگی میں کچھ تعمیراتی کاموں کے سلسلے میں عملی طور پر بھی افغانستان کی تعمیر نو کے کام میں شریک رہے۔ مگر یہ بہت تھوڑا سا عرصہ تھا۔

37۔ افغانستان (بطور خراسان) سے اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے حوالے سے انہیں بہت امیدیں تھیں اور 15 اگست 2021ء کو فتح کابل کے موقع پر میں نے ان کو باقاعدہ مبارک باد دی اور یہ اطمینان بخش بات ہے کہ وہ دنیا سے رخصتی سے پہلے اس دنیاوی کامیابی کو دیکھ کر گئے۔

فتح و اماں کا غلغلہ ہم نے بھی تھا سنا مگر

جسم میں بچ رہا تھا جو، خون اچھال کر سنا

38۔ والد محترم دروس میں وقت کی پابندی کے بارے میں بڑے حساس تھے۔ اگر کبھی ڈرائیور کو تاخیر ہو جاتی تو انجمن کے سٹاف میں سے غلام شبیر یا کسی اور کے ساتھ موٹر سائیکل پر چلے جاتے۔ ایک دفعہ شام کے وقت ڈرائیور لیٹ ہو گیا تو پیدل مین روڈ تک گئے اور پھر آگے چنگ چی پر بیٹھ کر چل پڑے۔ راستے میں ڈرائیور نے آ کر ان کو ساتھ لیا۔

39۔ عمر کے آخری سال والد محترم نے تھل کے صحرا میں کچھ جگہ خریدی تھی اور ان کا مقصد شہر سے ہٹ کر ایک اسلامی رہائشی یونیورسٹی کا قیام تھا۔ اپنی وراثت کی تقسیم کے بعد ایک تہائی ذاتی مصرف کے حصے کو انہوں نے اس کام کے لئے وقف کر دیا تھا۔ تاہم اب یہ منصوبہ غالباً کافی تاخیر کا شکار ہو جائے گا۔

40۔ والد محترم تمام معاملات میں اصولوں کے پابند تھے۔ خصوصاً سڑک پر گزرنے والوں کا خیال اور صحیح پارکنگ پر بڑا زور دیتے تھے تاکہ کسی کو تکلیف نہ ہو۔ علاقہ کم آباد ہونے کی وجہ سے ہم بعض اوقات گھر کے پاس گاڑی دروازے کے پاس لا کر روکتے اور گیٹ کھولتے۔ اس میں اس بات کا اندیشہ رہتا کہ اگر کوئی اور گاڑی والا گزرا تو اسے تکلیف ہو گی۔ والد محترم اس سے ہمیشہ منع کرتے اور خود بھی گاڑی اس طرح روکتے کہ راستہ بالکل نہ رُکے۔

41۔ ہم نے ایک دفعہ ایک اضافی گاڑی خریدی تاکہ مل کر بھی کہیں جایا جا سکے۔ والد صاحب نے اس موقع پر کچھ احادیث پرنٹ کروا کر ہمیں دیں جس میں حضور ﷺ نے سواری کی اقسام اور بہترین سواری کے متعلق بتایا ہے (جہاد کے لئے سواری تیار کرنا سب سے بہتر سواری ہے)۔

42۔ سیر وغیرہ پر (پہاڑی علاقے) جانے سے والد محترم عموماً احتراز کرتے اور کہتے کہ اس خرچ کے مقابلے میں یہیں پر سہولیات وغیرہ (ائیر کنڈیشنر) پر خرچ کرنا بہتر ہے تاکہ دلجمعی سے

کام ہو سکے۔ ان کی پسندیدہ سیر یہی تھی کہ صبح فجر کے بعد ناشتہ گھر میں بنا کر نکلا جائے اور کسی پارک میں بیٹھ کر بغیر رش کے ماحول میں کھالیا جائے۔

43۔ والد صاحب خود کوئی وقت نکال کر ورزش کرنے کے قائل نہیں تھے بلکہ وہ اس پر زور دیتے کہ کوئی کام ایسا چن لیا جائے جس سے خود بخود ورزش ہو جائے۔ جیسے مسجد جاتے ہوئے تیز تیز جانا اور کوئی محنت طلب کام کرنا۔ تاکہ اضافی وقت بھی نہ لگے اور ورزش بھی ہو جائے۔

44۔ نماز کے لئے لباس وغیرہ کا اہتمام کرتے اور دوسروں کو بھی اس پر توجہ دلاتے۔ بچے بعض اوقات کھیل کے لباس میں یا ٹی شرٹ میں یا بالکل سونے کے لباس میں نماز کے لئے آتے تو توجہ دلاتے اور خدا سے ملاقات کے لئے بغیر اہتمام کے آنا پسند نہیں کرتے تھے۔

45۔ نفلی روزوں کا اہتمام کرتے تھے اور ساری عمر ایام بیض یعنی مہینے میں تین دن روزہ رکھنے کا معمول تھا۔ اگر کبھی سفر یا تھکاوٹ کی وجہ سے یہ روزے چھوٹتے تو اس کو دوسرے دنوں میں رکھ کر گنتی کو پورا رکھتے۔

46۔ 1998ء میں جھنگ میں منتقل ہوئے تو شروع میں رفقائے کار اور وسائل کی کمی تھی۔ دورہ ترجمہ شروع ہوا تو ایک سال عشاء سے پہلے جھنگ کے دوسرے کونے سے بعض ساتھیوں کو خود لاتے اور پروگرام کے اختتام پر خود ڈرائیو کر کے چھوڑ کر آتے اس سے تقریر کے علاوہ ان پر ڈیڑھ گھنٹے کی اضافی مشقت ہو جاتی مگر اس کو رمضان بھر نبھایا۔ اس کے علاوہ سالوں میں بھی ڈرائیور لیٹ ہو جاتا تو ان ساتھیوں کو خود جا کر لاتے۔ اکیڈمی بننے کے بعد یہ معمول ختم ہو گیا۔

47۔ خوراک میں سادگی تھی اور باہر ہوٹل میں کھانے سے اجتناب کرتے اگر ضروری ہو تو چیز لے کر گھر آ جاتے اور گھر ہی میں کھاتے۔ مجھے اپنی شادی سے پہلے 25 سال میں اپنے شہر میں رہتے ہوئے ایک کھانا بھی خاندان کے ساتھ گھر سے باہر کھانا یاد نہیں ہے۔

48۔ پاکستان سے محبت کرتے تھے اور آخر تک پاکستان کے نشاۃ ثانیہ میں کردار پر پر امید رہتے۔ اگرچہ پچھلے 20 سال میں کئی اتار چڑھاؤ آئے مگر پاکستان کے بارے میں ان کی امید قائم رہتی۔ اس بات کو مانتے تھے کہ اگر ہم نے ذمہ داریاں نہ نبھائیں تو سزا بھی سخت ہو گی۔ مگر امید کا پہلو ہی غالب رہتا۔ اسلام کے دنیا بھر میں غالب ہونے پر ایمان رکھتے (باقی برصفحہ 48)

آئینہ حکمتِ بالغہ

2021ء

مشمولات — جنوری 2021ء

1	قرآن مجید کے ساتھ چند لمحات	126-122 : 02	3
2	بارگاہِ نبوی میں چند لمحات		5
3	حرفِ آرزو	انجینئر مختار فاروقی	6
4	فتنۂ دجال۔ دجّالی قوتیں......(5)	انجینئر مختار فاروقی	17
5	اگلے دس سال یہودی علماء کی نظر میں	اوریا مقبول جان	21
6	تصویر اِک فتنۂ عالمگیر (9)	احسن عزیز شہید	28
7	مسلم سائنسدانوں کے قتل!	رضی الدین سیّد	34
8	جوان اولاد کے متعلق دینی احکام اور ہماری ذمہ داریاں	پروفیسر محمد اکبر مصطفوی	43
9	گستاخانہ خاکے، اُمت مسلمہ کا شدید ردِّعمل	محمد منظور انور	46
10	برطانوی حکومت کے آغاز میں دیسی تعلیم کی حالت (1)	پروفیسر سید محمد سلیم	52
11	تبصرہ و تعارف کتب		63

مشمولات — فروری 2021ء

1	قرآن مجید کے ساتھ چند لمحات	132-127 : 02	3
2	بارگاہِ نبوی میں چند لمحات		5
3	حرفِ آرزو۔ آئینِ پاکستان اور ملک کی 95 فیصد مسلمان آبادی	انجینئر مختار فاروقی	6
4	فتنۂ دجال۔ دابتہ الدجال......(6)	انجینئر مختار فاروقی	9
5	نظریۂ سازش اور کسنجر	محمد دین جوہر	21
6	اسرائیل کو کیوں تسلیم نہیں کیا جانا چاہیے	ایوب بیگ مرزا	27
7	ایک نومسلمہ بھارتی خاتون کی ایمان افروز باتیں		31
8	ویلنٹائن ڈے......شیطان کے چیلوں کا دن	محمد منظور انور	39
9	ہر عمل سے پہلے بسم اللہ پڑھنے کی اہمیت	محمد رشید عمر	44
10	حضرت بلال رضی اللہ عنہ......آخری لمحات	ایچ اے گریگ	48
11	خصوصی اشاعت پر اہل علم کے تاثرات		50
12	تبصرہ و تعارف کتب		59

مشمولات — مارچ 2021ء

1	قرآن مجید کے ساتھ چند لمحات	136-133 : 02	3
2	بارگاہِ نبوی میں چند لمحات		5
3	حرفِ آرزو۔ ریاست اسرائیل کو تسلیم کرنے کا مسئلہ	انجینئر مختار فاروقی	6
4	عصر حاضر کے دھندلکوں میں قرآن وسنت کا انقلابی زاویۂ نظر	کرنل (ر) انجینئر اشفاق احمد	17
5	سیرت نگاری کا آغاز وارتقاء	ریاض احمد چودھری	29
6	سوشل میڈیا کا ’’جال‘‘ اور دعوتِ دین	آصف حمید	43
7	قیامِ پاکستان کا نصب العین......	محمد منظور انور	52
8	رسید تحائف		57

مشمولات — اپریل 2021ء

1	قرآن مجید کے ساتھ چند لمحات	141-137 : 02	3
2	بارگاہِ نبوی میں چند لمحات		5
3	حرفِ آرزو۔ آہ! جنوبی ایشیا کے مسلمانوں کے خوابوں کی سرزمین پاکستان	انجینئر مختار فاروقی	6
4	عظمتِ صوم	ڈاکٹر اسرار احمدؒ	9
5	فتنۂ دجال۔ دجال کے ساتھی___ جن وانس	انجینئر مختار فاروقی	22
6	عصر حاضر کے دھندلکوں میں قرآن وسنت کا انقلابی زاویۂ نظر (2)	کرنل (ر) انجینئر اشفاق احمد	33
7	مَثَلُ كَلِمَةٍ طَيِّبَةٍ كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ	عامرہ احسان	48
8	اسلامی جمہوریہ___ میرا پاکستان	محمد منظور انور	55
9	رسید تحائف		61

مشمولات — مئی 2021ء

1	قرآن مجید کے ساتھ چند لمحات	144-142 : 02	3
2	بارگاہِ نبوی میں چند لمحات		5
3	حرفِ آرزو	انجینئر مختار فاروقی	6
4	عصر حاضر کے دھندلکوں میں قرآن وسنت کا انقلابی زاویۂ نظر (3)	کرنل (ر) انجینئر اشفاق احمد	13
5	اسلامی نظامِ معیشت کی خوبیاں اور......	مولانا محمد انور چیمہ	28
6	مسلم فنِ تعمیر، تصورِ تخلیق، اور تصورِ جمال	ترجمہ: ناصر فاروق	35
7	وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ	انجینئر عبداللہ اسماعیل	42
8	عورت کی تعلیم۔ حدود وقیود	عامرہ احسان	50
9	ماہِ رمضان المبارک کے تقاضے اور ہم......	محمد منظور انور	55
	رسید تحائف		59
	تبصرہ و تعارف کتب		61
	جاہل بڑھیا (حکایت مولانا روم)		64

مشمولات — جون 2021ء

1	قرآن مجید کے ساتھ چند لمحات	02 : 149-145	3
2	بارگاہِ نبوی میں چند لمحات		5
3	حرفِ آرزو	انجینئر مختار فاروقی	6
4	فتنۂ دجال۔ دجال کے دور کی خصوصیات (8)	انجینئر مختار فاروقی	19
5	برطانوی حکومت کے آغاز میں دینی تعلیم کی حالت (2)	پروفیسر سیّد محمد سلیم	39
6	ماڈرن ازم کی آڑ میں حقوقِ نسواں کا فریب	بشریٰ شیخ	52
7	کوہِ طور کا سفر	جمشید خان	55
8	مسلمانانِ پاکستان کے لیے لمحہ فکریہ	محمد منظور انور	59
9	تبصرہ کتب		63

مشمولات — جولائی 2021ء

1	قرآن مجید کے ساتھ چند لمحات	02 : 153-150	3
2	بارگاہِ نبوی میں چند لمحات		5
3	حرفِ آرزو	انجینئر مختار فاروقی	6
4	فلسفۂ عید قربان	حافظ عبد الماجد	14
5	مَثَلُ كَلِمَةٍ طَيِّبَةٍ كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ (2)	عامرہ احسان	19
6	لاکھوں میں ایک بنیے	غلام قادر ہراج	23
7	جدید سائنس اور مصورِ کائنات	ظہیر خالد قریشی	30
8	میں زندگی سے کیا سیکھا	ڈاکٹر محمد امین	38
9	موجودہ درسی کتابوں کے نقائص	ڈاکٹر محمد رفیع الدین	47
10	...... یہ ناداں گر گئے سجدوں میں جب وقت قیام آیا	محمد منظور انور	56
11	رسید تحائف		63

مشمولات — اگست 2021ء

1	قرآن مجید کے ساتھ چند لمحات	02 : 158-153	3
2	بارگاہِ نبوی میں چند لمحات		5
3	حرفِ آرزو: پاکستان کا نظامِ تعلیم	انجینئر مختار فاروقی	6
4	حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ	پروفیسر مہر غلام سرور	19
5	برطانوی حکومت کے آغاز میں دینی تعلیم کی حالت	پروفیسر سیّد محمد سلیم	25
6	گوادر ...... ماضی اور حال کے آئینے میں	نور خان محمد حسنی	37
7	حضرت معوّذ اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہما	فتح محمد	42
8	کہانیاں اور بچوں سے کتابوں کا رشتہ	مشرف علی فاروقی	45
9	گھریلو تشدد (Domestic Violence)	محمد منظور انور	48
10	یمن کے بادشاہ تبع حمیری کا خط		54
11	تبصرہ کتب		57
	رسید تحائف		59

مشمولات — ستمبر 2021ء

1	قرآن مجید کے ساتھ چند لمحات	02 : 163-159	3
2	بارگاہِ نبوی میں چند لمحات		5
3	حرفِ آرزو: امریکہ بمقابلہ طالبان اور ملکی نظام تعلیم	انجینئر مختار فاروقی	6
4	عصر حاضر کا مجاہد اعظم (ملا محمد عمر)		13
5	ہم پاکستان کیوں بنانا چاہتے ہیں؟	علامہ محمد اسد	29
6	افغان باقی کوہسار باقی الملک للہ، الحکم للہ	محمد منظور انور	54
7	مدیر کے نام		61

مشمولات — اکتوبر 2021ء

1	قرآن مجید کے ساتھ چند لمحات	02 : 165-164	3
2	بارگاہِ نبوی میں چند لمحات		5
3	حرفِ آرزو: سانحۂ ارتحال بانی مدیر	انجینئر عبد اللہ اسماعیل	6
4	فتنۂ دجال ...... STAR WAR ......(9)	انجینئر مختار فاروقی	10
5	عصر حاضر کا مجاہد اعظم (ملا محمد عمر) (2)		24
6	صلح حدیبیہ: عظیم فتوحات کا نکتہ آغاز	ساجد محمود انصاری	39
7	تلاوتِ دین یا اقامت دین	عامرہ احسان	42
8	سیرتِ طیبہ و اوصافِ حمیدہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم	پروفیسر زنیرا رم	49
9	بیس سالہ افغان جنگ میں امریکہ کو شکست فاش اور طالبان مجاہدین کی فتح	محمد منظور انور	52
10	تبصرہ کتب		58
11	رسید تحائف		59

مشمولات — نومبر 2021ء

خصوصی اشاعت

یادِ فاروقیؒ نمبر

قرآن مجید کے ساتھ چند لمحات		3
بارگاہِ نبوی میں چند لمحات		5
حرفِ آرزو		6
میرے ابو جان	مدیر کے قلم سے	8
ان کی باتیں... میری یادیں	ع۔ص بنتِ فاروقی	13
حصہ اوّل — یادِ فاروقی	1۔ معاصر اہل علم	21
	2۔ بچپن کے دوست	
	3۔ انجمن و تنظیمی احباب	
	4۔ اکیڈمی کارکنان	
	5۔ اہل خانہ	
حصہ دوم — تعزیتی پیغامات	1۔ تعزیتی خطبات	213
	2۔ تعزیتی تاثرات	
	3۔ متفرقات	

فرمانِ قائد

قائداعظم محمد علی جناحؒ نے مغرب کے سودی سرمایہ دارانہ نظام کی مذمت کرتے ہوئے فرمایا:

”مغرب کے معاشی نظام نے انسانیت کے لیے لاینحل مسائل پیدا کردیے ہیں اور اکثر لوگوں کی رائے یہ ہے کہ مغرب کو اس تباہی سے کوئی معجزہ ہی بچا سکتا ہے جو مغرب کی وجہ سے دنیا کے سر پر منڈلا رہی ہے...... اگر ہم نے مغرب کا معاشی نظریہ اور نظام اختیار کیا تو عوام کی پرسکون خوشحالی حاصل کرنے کے اپنے نصب العین میں ہمیں کوئی مدد نہ ملے گی۔ ہمیں دنیا کے سامنے ایک مثالی معاشی نظام پیش کرنا ہے جو انسانی مساوات اور معاشرتی انصاف کے سچے اسلامی تصورات پر قائم ہو۔“

سٹیٹ بینک آف پاکستان کے افتتاح پر خطاب
(15 جولائی 1948ء)

الحمدُ لله

مکتبہ قرآن اکیڈمی جھنگ کی مطبوعات

خیریت تعلّم وتعلیم قرآن مجید اور ہماری ذمہ داریاں	16/-
جنوبی ایشیا میں مسلم بیداری کے سو سال (1910ء۔2010ء)	240/-
یاجوج ماجوج؟	350/-
21 اسلامی انقلابی شخصیّات (حصّہ اوّل)	120/-
21 اسلامی انقلابی شخصیّات (حصّہ دوم)	130/-
21 اسلامی انقلابی شخصیّات (حصّہ سوم)	120/-
21 اسلامی انقلابی شخصیّات (مکمّل)	زیرِطبع دوم
صہیونیّت قرآن مجید کے آئینے میں	550/-
10 علاماتِ قیامت حدیث مبارکہ کی وضاحت	165/-
اُمت مسلمہ کے مستقبل کی تشکیلِ نو میں اہل قلم کا رول	50/-
درسِ قرآن کی تیاری کیسے کریں؟	120/-
تعمیرِ سیرت وکردار	450/-
قرآن مجید کے حقوق	40/-
بھارت اور پاکستان کے مابین مذہبی، سیاسی اور نفسیاتی کشاکش کا انجام؟	65/-
بصری مشاہدہ ونظری حقیقت	170/-

Vol 15 | CPL No: FD 30/07 | HIKMAT-E-BAALGHA | DECEMBER 2021 | No 12

فکرِ فاروقیؒ

جب تک دنیا قائم ہے اور خیر و شر کا معرکہ جاری ہے اس وقت تک جہاد باقی رہے گا اور اہل ایمان کے جذبوں، ولولوں اور شوقِ جہاد و شوقِ شہادت کا امتحان ہوتا رہے گا۔ میدان بدلتے رہتے ہیں تاہم اہل ایمان کے ولولے بھی وہی اور نجاتِ اُخروی کا شوق بھی وہی باقی ہے اور باقی رہے گا۔ یہ معرکہ خیر و شر اس وقت تک جاری رہنا ہے جب تک دنیا میں ایک دفعہ کل روئے ارضی پر اللہ کا دین غالب نہیں ہو جاتا اور اِتمامِ حجت نہیں ہو جاتا کہ دین پر چل کر بھی عالمی سطح پر حکومت چلائی جا سکتی ہے اور ایک حقیقی فلاحی ریاست صرف آسمانی ہدایت کے تابع ہی قائم ہو سکتی ہے جیسے پہلے خلافت راشدہ قائم ہوئی تھی بعینہٖ کل روئے ارضی پر خلافت کا نظام قائم ہونا ہے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی بشارتیں دی ہیں۔

اتباعِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا شوق اور مجاہدانہ زندگی کی اُمنگ ہو تو آج بھی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا LIFESTYLE ہی واحد کم سے کم قابل عمل طریقہ ہے جس پر ہر مسلمان چل سکتا ہے۔

......بندۂ مومن کو اللہ کی بندگی کے تقاضے پورے کرتے ہوئے رہن سہن میں مجاہدانہ طرزِ زندگی اختیار کرنا چاہیے۔

(ماخوذ از ''تعمیر سیرت کردار'' صفحہ 230)